Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

• جلد 14 • شمارہ 2 • ستمبر 2024

ماہنامہ

فہمِ دین

صلی اللہ علیہ وسلم

ہر پریشانی کا علاج

پہلا مبارک قطرہ

عظیم تحفہ

ضیوف الرحمٰن

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پسندیدہ مشروب

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

91400056741

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹراساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

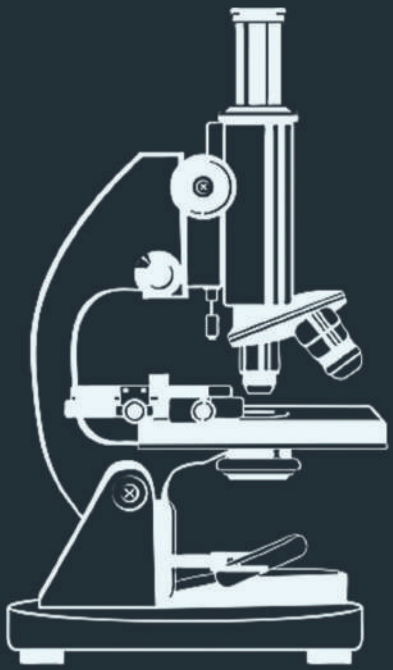

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2024

فہم وفکر

عنوان	مصنف	صفحہ
مدیر کے قلم سے		04

اصلاحی سلسلہ

عنوان	مصنف	صفحہ
فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ	08

مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
قادیانی ہتھیار دجل اور تلبیس	بیگم سیدہ ناجیہ شعیب	10
پہلا مبارک قطرہ	عالیہ ذوالقرنین	12
شہد	حفصہ محمد فیصل	14
حضرت اسماعیل ہنیہ شہید	شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ	15
امید کے چراغ روشن کریں	امۃ اللہ	15
قادیانی کافر کیوں ہیں؟	سیدہ فاطمہ طارق	16
یوم دفاع	عذرا خالد	18
مسائل پوچھیے اور سیکھیے	مفتی محمد توحید	19
آڑو	حکیم شمیم احمد	20
منزل	این اے صدیقی	21

خواتینِ اسلام

عنوان	مصنف	صفحہ
بہار آئی ہے	انیسہ عائش	22
ہائے اس زودِ پشیماں۔۔۔	شائلہ شکیل	24
راہِ شوق	ام محمد سلمان	26
بلاعنوان	عمارہ فہیم	27
سوشل میڈیا اور ہماری زندگی	راحمین ایاز	28
ضیوف الرحمن	عائشہ محبوب	30
اک مقابلہ ذرا نرالا	مہوش اسد شیخ	31

باغچہ اطفال

عنوان	مصنف	صفحہ
دیکھ تو لو	فاکہہ قمر	34
راتیں اور دن	بنت مسعود	35
مفت کا ثواب	قانتہ رابعہ	36
گل کا خواب	مہوش اشرف	37
اطہر کی خوشی	ام عبد اللہ	38
بادل کا سایہ	ڈاکٹر الماس روحی	39
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	بنت تاجور	40
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ مشروب	تنزیلہ یوسف	41
ٹیگو کیسے بچ گیا؟	سمیرا انور	42
اللہ میاں کی اونٹنی	ام محمد مصطفیٰ	43

بزمِ ادب

عنوان	مصنف	صفحہ
صلی اللہ علیہ وسلم	خرم فاروق ضیا	46
ختم الرسل، خاتم الانبیاء	خرم فاروق ضیا	46
نہیں بعد ان کے کوئی نبی	ارسلان اللہ خان	47
گلدستہ	شیخ ابوبکر، عبد الرحمن چترالی	48

اخبار السلام

عنوان	مصنف	صفحہ
اخبار السلام	ادارہ	50

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ

مدیر	قارِی عبدُالرحمٰن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیضانُ الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے

+92 335 1135011

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر: فیصل زبیر

مطبع: واسا پرنٹر

مقام اشاعت: دفتر فہم دین

ہر پریشانی کا علاج

مدیر کے قلم سے

آج ہر طرف پریشانی ہے۔ حکومتیں ہوں یا ادارے، تنظیمیں ہوں یا شخصیات، فرد ہو یا گھرانہ، خاندان اور قبیلہ ہو یا تنہا شخص، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا۔۔۔ ہر ایک کسی نہ کسی غم میں گھل رہا ہے۔ غریب اپنی غربت سے تنگ ہے، امیر مزید پیسے کی تلاش میں پریشان ہے۔ سکون یقینا بازار سے خریدے جانے والی چیز نہیں، لیکن یہ سکون جہاں سے اور جس طرح مل سکتا ہے، بغیر قیمت بغیر محنت، بغیر کسی کی منت سماجت کیے، بغیر کسی احتجاج، مظاہرے، ریلی، جلوس اور دھرنے کے وہ ہم لینے کو تیار نہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں، اگر توجہ ہے تو اس طریقے اور راستے کو اختیار کرنا اتنا مشکل لگتا ہے، جیسے دم گھٹ جائے گا۔ ساری دنیا سے کٹنے کا خوف گھیر لیتا ہے اور بس پھر اپنی بنائی ہوئی ترکیبوں اور اپنے تلاش کیے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں۔ چلنے سے کام بنتا نظر نہ آئے تو دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر ایک دوڑ رہا ہے، دوڑتے دوڑتے تھک رہا ہے، تھک کر گر رہا ہے، لیکن مُراد نہیں مل رہی، سکون ہاتھ نہیں آ رہا۔

ربیع الاول کا مہینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا مہینہ ہے۔ تاریخ میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن مہینہ بالاتفاق ربیع الاول کا ہے۔ اس ماہ میں سیرت کے جلسے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش، آپ کے مبارک بچپن، لڑکپن جوانی کے تذکرے ہوتے ہیں، دورِ نبوت کے حالات و واقعات پڑھے، سنے بیان کیے جاتے ہیں، نبی ﷺ کی سیرت اور صورت کے ایک ایک پہلو پر تقریریں ہوتی ہیں، ذوق شوق پیدا کرنے کے لیے بچوں اور نوجوانوں میں انعامی مقابلے رکھے جاتے ہیں، نعت خوانی کا دور دورہ ہوتا ہے، درود و سلام سے فضائیں گونج رہی ہوتی ہیں، ذکرِ نبی ﷺ سے دل و دماغ تازہ و معطر ہوتے ہیں، لیکن اگر کچھ نہیں ہوتا تو سیرتِ رسول پر عمل کی کوشش، اس کی تلقین، اس کا وعدہ نہیں ہوتا، حالاں کہ ہر غم ہر پریشانی ہر مصیبت کا علاج رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔ یہ وہ دولت ہے، جس کے پاس ہو اسے ہر حال میں خوش رکھتی ہے، اگر چہ وہ چہار جانب سے مشکلات اور پریشانیوں میں گھرا ہو، اگر دل مطمئن نہ ہو، فکر جان نہ چھوڑ رہی ہو، غربت خودکشی پہ مجبور کر رہی ہو، دنیا کے مسائل اور مصائب پریشان کیے جا رہے ہوں تو آقا ﷺ پر درود و سلام بھیجنا چاہیے۔ زبانی کلامی نہیں، دل سے، پوری محبت و عقیدت سے، جلوت اور خلوت میں، ساری پریشانیاں اڑن چھو ہو جائیں گی۔ مسائل باقی ہوں گے، لیکن وہ پریشان نہیں کریں گے۔ گھر میں کچھ نہیں ہوگا، لیکن دل مطمئن ہوگا۔ یہ کر کے دیکھنے والی چیز ہے۔ علماء فرماتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دنیوی حیات میں ہر مصیبت زدہ کے لیے ماوی و ملجا تھے، اسی طرح آج آپ پر درود و سلام پڑھنے والا آپ کی عنایات اور اللہ کی رحمت پائے گا۔ فرماتے ہیں ہر امتی کا درود و سلام اُس کے نام کے ساتھ آقا ﷺ تک پہنچتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ہم آپ ﷺ کو درود کا ہدیہ بھیجیں اور جواب میں ہمیں رحمت و عنایت کا ہدیہ نہ ملے۔

اگر اِس ماہِ ربیع الاول میں ہم یہ طے کر لیں کہ روزانہ اپنی زندگی اور اپنے اعمال سیرتِ نبوی کے آئینے میں دیکھیں گے اور اپنے عمل میں نظر آنے والی ہر کوتاہی دور کریں گے، ہر گناہ چھوڑیں گے، رسوم و بدعات سے توبہ کریں گے اور اپنی زبان کو درود و سلام سے تر رکھیں گے۔ صرف ربیع الاول نہیں، پورا سال! صرف شب جمعہ اور جمعہ کو نہیں، بلکہ پورا ہفتہ! جتنی کثرت رکھ سکیں، رکھیں گے، ان شاء اللہ! ایک واضح تبدیلی محسوس ہوگی اور زندگی حد درجہ پُرسکون ہوگی۔

سیرت کے مطالعے کے لیے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب اسوہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس ہونی چاہیے اور روزانہ اس میں سے ایک یا دو صفحے عمل کی نیت اور محبت سے پڑھنے چاہییں۔ غفلت اور کوتاہی دور کرنے کے لیے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ دنیا میں سنتِ رسول ﷺ پر عمل نصیب ہوگا اور آخرت میں آپ ﷺ کی شفاعت ملے گی۔ ان شاء اللہ

سکونِ قلب ملا لذتِ حیات ملی
درِ حبیب ملا تو ساری کائنات ملی
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فہمِ قرآن

الانعام 1-8

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿1﴾

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیریاں اور روشنی بنائی، پھر بھی جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ دوسروں کو (خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر قرار دے رہے ہیں۔ ﴿1﴾

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿2﴾

ترجمہ: وہی ذات ہے، جس نے تم کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، پھر (تمہاری زندگی کی) ایک میعاد مقرر کر دی اور (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک متعین میعاد اسی کے پاس ہے، پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو۔ ﴿2﴾

تشریح نمبر 1: یعنی ایک میعاد تو ہر انسان کی انفرادی زندگی کی ہے کہ وہ کب تک جیے گا، شروع میں تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا، مگر جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو ہر ایک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی عمر کتنی تھی، لیکن مرنے کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے، وہ کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ﴿3﴾

ترجمہ: اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے اور کھلے ہوئے حالات بھی اور جو کچھ کمائی تم کر رہے ہو، اس سے بھی واقف ہے۔ ﴿3﴾

وَمَا تَاْتِیْھِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّھِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ ﴿4﴾

ترجمہ: اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے تو یہ لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ﴿4﴾

فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْھِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿5﴾

ترجمہ: چناں چہ جب حق ان کے پاس آگیا تو ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا، نتیجہ یہ کہ جس بات کا یہ مذاق اُڑاتے رہے ہیں، جلد ہی ان کو اس کی خبریں پہنچ جائیں گی۔ ﴿5﴾

تشریح نمبر 2: کفار سے کہا گیا تھا کہ اگر انھوں نے ہٹ دھرمی کا رویّہ جاری رکھا تو دُنیا میں بھی ان کا انجام برا ہوگا اور آخرت میں بھی ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کفار ان باتوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ آیت ان کو متنبہ کر رہی ہے کہ جس بات کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں، عن قریب وہ ایک حقیقت بن کر ان کے سامنے آجائے گی۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿6﴾

ترجمہ: کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں! ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں بھیجیں اور ہم نے دریاؤں کو مقرر کر دیا کہ وہ ان کے نیچے بہتے رہیں، لیکن پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری نسلیں پیدا کیں۔ ﴿6﴾

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْھِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿7﴾

ترجمہ: اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر ہم تم پر کوئی ایسی کتاب نازل کر دیتے جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی، پھر یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تو جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ پھر بھی یہی کہتے کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿7﴾

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَکٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ﴿8﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ حالاں کہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو سارا کام ہی تمام ہو جاتا، پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ ﴿8﴾

تشریح نمبر 3: یہ دنیا چوں کہ انسان کے امتحان کے لیے بنائی گئی ہے، اس لیے انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لائے، چناں چہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی غیبی حقیقت آنکھوں سے دکھا دی جاتی ہے تو اس کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص موت کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا ایمان قابلِ قبول نہیں۔ کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر کوئی فرشتہ آنحضرت ﷺ پر وحی لے کر آتا ہے تو وہ اس طرح آئے کہ ہم اسے دیکھ سکیں۔ قرآنِ کریم نے اس کا پہلا جواب تو یہ دیا ہے کہ اگر فرشتے کو انھوں نے آنکھ سے دیکھ لیا تو پھر مذکورہ بالا اصول کے مطابق ان کا ایمان معتبر نہیں ہوگا اور پھر انھیں اتنی مہلت نہیں ملے گی کہ یہ ایمان لاسکیں۔

فہمِ حدیث

درود شریف کی حکمت

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انسانوں پر خاص کر ان بندوں پر جن کو کسی نبی کی ہدایت و تعلیم سے ایمان نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا احسان اس نبی و رسول کا ہوتا ہے، جس کے ذریعہ ان کو ایمان ملا ہو اور ظاہر ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ کو ایمان کی دولت اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے ملی ہے، اس لیے یہ امت اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ممنون و احسان آں حضرت ﷺ کی ہے، پھر جس طرح اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک اور پروردگار ہے، اس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کی جائے، اسی طرح اس کے پیغمبروں کا حق ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے مزید رحمت و رافت اور رفع درجات کی دعا کی جائے۔ درود وسلام کا مطلب یہی ہوتا ہے اور یہ دراصل ان محسنوں کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا ہدیہ، وفاداری و نیاز کیشی کا نذرانہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا اظہار ہوتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ ان کو ہماری دعاؤں کی کیا احتیاج، بادشاہوں کو فقیروں اور مسکینوں کے ہدیوں اور تحفوں کی کیا ضرورت!

تاہم! اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ تحفہ بھی ان کی خدمت میں پہنچاتا ہے اور ہماری اس دعا و التجا کے حساب میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات میں اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ اس دعا گوئی اور اظہارِ وفاداری کا خود ہم کو پہنچتا ہے۔ ہمارا ایمانی رابطہ مستحکم ہوتا ہے اور ایک دفعہ کے مخلصانہ درود کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی کم از کم دس رحمتوں کے ہم مستحق ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے درود وسلام کا راز اور اس کے فوائد و منافع۔

درود وسلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

ایک خاص حکمت درود وسلام کی یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدّس اور محترم ہستیاں انبیا علیہم السّلام کی ہیں، جب ان کے لیے بھی حکم یہ ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے (یعنی ان کے واسطے اللہ سے رحمت و سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سلامتی اور رحمت کے لیے خدا کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقامِ عالی بس یہی ہے کہ ان کے واسطے رحمت و سلامتی کی دعائیں کی جائیں۔ رحمت و سلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اور جب ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ کسی مخلوق کے بھی ہاتھ میں نہیں ہے، کیوں کہ ساری مخلوق میں انھیں کا مقام سب سے بالا و برتر ہے اور شرک کی جڑ اور بنیاد یہی ہے کہ خیر و رحمت اللہ کے سوا کسی اور کے قبضے میں بھی سمجھی جائے۔

بہر حال! درود وسلام کے اس حکم نے ہم کو نبیوں اور رسولوں کا دعا گو بنا دیا اور جو بندہ پیغمبروں کا دعا گو ہو، وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

قرآنِ مجید میں درود وسلام کا حکم

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم سورۂ احزاب کی اس آیت میں دیا ہے اور بڑی شاندار تمہید کے ساتھ دیا ہے: إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: 56)

اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم ہے اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی درود وسلام بھیجا کرو ان پر۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔“ (صحیح مسلم)

درود شریف دعا کی قبولیت کا وسیلہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان ہی رُکی رہتی ہے اوپر نہیں جا سکتی، جب تک کہ نبی پاک ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دعا کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے، وہ دعا کی قبولیت کا خاص وسیلہ ہے۔ حصنِ حصین میں شیخ ابو سلیمان دارانیؒ سے نقل کیا گیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ درود شریف (جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں ایک اعلیٰ و اشرف دعا ہے) وہ تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی قبول فرماتا ہے، پھر جب بندہ اپنی دعا سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ کے حق میں دعا کرے اور اس کے بعد بھی دعا کرے تو اس کے کرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اوّل و آخر کی دعائیں تو قبول کر لے اور درمیان کی اس بے چارے کی دعا رد کر دے، اس لیے پوری اُمید رکھنی چاہیے کہ جس دعا کے اوّل و آخر رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ بھیجی جائے گی، وہ ان شاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔

Fruiti-O®
NECTARS & FRUIT DRINKS
Real Taste of Nature
Fruiti-O
Peach Fruit Drink
Contains Peach Fruit Pulp
Fruiti-O
Pomegranate Nectar
Fruiti-O
Mango Nectar
Contains chaunsa Mango Pulp
Fruiti-O
Mixed Fruit Nectar
Contains Mixed Fruit
Fruiti-O
Guava Nectar
Contains Guava Fruit Pulp
Chill & Shake Before Serving - Keep Refrigerated Once Opened
www.fruitio.com.pk
fruitioPakistan
fruitioPakistan

عظیم تحفہ

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

دستورِ زندگی: رسول اللہ ﷺ کے صدقے، آپ کے طفیل، امت کو ایک عظیم الشان تحفہ ملا، وہ تحفہ کلامِ الٰہی یعنی قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ کریم جہاں اللہ کے نبی ﷺ کا ایک عظیم الشّان معجزہ ہے، وہاں یہ اس امت کے لیے عظیم تحفہ بھی ہے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے زندگی گزارنے کا دستور اور آئین ہے۔ اس امت میں بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں، جنھوں نے اس تحفے کی بڑی قدر کی، ان کی انفرادی زندگی ہو یا قومی اور اجتماعی، قرآن ان کا دستور رہا، یہی وہ لوگ تھے، جنھوں نے قرآنِ مجید کی عظمت کو پہچانا اور اس کا حق ادا کیا۔

مسلمان گھرانوں کی پہچان: کیا ہی خوب صورت دور تھا، جب تصوّر ہی نہیں تھا کہ مسلمان گھرانا ہو اور وہاں تلاوتِ قرآن نہ ہو، اس کی زندگی میں قرآن کا وظیفہ نہ ہو، مسلمان گھرانے کی پہچان ہی یہ ہوتی تھی کہ اس گھر سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی ہے۔ اس کے مرد سویرے سویرے اللہ کے گھر جاتے ہیں، یہ پہچان ہوتی تھی کہ یہ مسلمانوں کا گھر ہے اور جن گھروں سے موسیقی کی آوازیں، گانے بجانے کی آوازیں آتی تھیں، پتا چل جاتا تھا کہ یہ مسلمانوں کا گھر نہیں ہے۔ یہ ایک بڑی علامت ہوتی تھی کہ مسلمان مرد ہو یا عورت، اس کے دن کا آغاز تلاوتِ قرآن سے ہوا کرتا تھا۔ ایسے قدر دان بھی تھے کہ قرآنِ کریم کی سات منزلوں میں سے روزانہ ایک منزل پڑھا کرتے تھے۔ ہفتے میں قرآن ختم ہو جایا کرتا تھا۔ مسلمان محلّوں کی گلیوں سے گزرنے والوں کو گھروں سے قرآن کی تلاوت کی آواز آیا کرتی تھی۔ گھر بیٹھی ماں، بہن، بیٹیاں تلاوت کر رہی ہوتی تھیں، ان کی دھیمی آوازیں مل کر ایسا سماں باندھ دیتیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ! کچے گھروں میں رہنے والے ہوں یا پکے گھروں میں، مزدور اور ملازم ہوں یا مالک اور حاکم! اس قرآن کی بدولت برکتوں سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک صحابی کی شب بیتی:
حضرت اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن میں تہجد کے وقت تلاوتِ قرآن کر رہا تھا، اکیلا تھا، تنہائی تھی اور خاص انوارات کی گھڑیاں تھیں، مجھے مزہ آنے لگا، میری آواز بلند ہو گئی۔ قریب ہی میری سواری بندھی ہوئی تھی، وہ بدکنے لگی، میرا بچہ بھی لیٹا ہوا تھا، مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے کو نقصان پہنچے، میں نے آواز آہستہ کر لی، سواری پُرسکون ہو گئی۔ پھر مزہ آیا، پھر میری آواز بے اختیار بلند ہو گئی، پھر سواری بدکنے لگی، پھر میں آہستہ ہوا، پھر وہی کیفیت تھی۔ آواز بلند ہوئی، سواری بدکنے لگی، پھر میں نے آہستہ آواز کی اور دو رکعتیں مکمل کیں۔ سلام پھیرا، آسمان کی طرف دیکھا، ایک چھتری نما چیز آہستہ آہستہ اوپر جاتی نظر آئی، اس میں سفید قمقمے تھے۔ فجر کا وقت ہوا میں مسجدِ نبوی ﷺ حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ جماعت سے فارغ ہوئے تو میں آپ ﷺ کے قریب ہو لیا اور اپنی شب بیتی سنائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اُسید! کیا ہی اچھا ہوتا، صبح تک یوں ہی قرآن کی تلاوت کرتا رہتا، مدینہ والے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے، تیرے گھر میں رحمت کے فرشتے تیرا قرآن سننے آئے تھے۔“

شیاطین کے ڈیرے: جب گھر کی دہلیز میں اللہ کی نافرمانیاں ہوں گی تو پھر شیاطین کے ڈیرے بھی ہوں گے، پھر اس کی نحوستیں بھی ہوں گی، پھر شیاطین کے اثرات بھی ہوں گے۔ دوڑتے ہیں عاملوں کے چکر میں اِدھر بھاگتے ہیں، اُدھر بھاگتے ہیں۔ ارے میاں! میرے گھر کا کیا حال ہے، ہنستے بستے گھر کیوں اُجڑ رہے ہیں؟ شاید ہی کسی گھر میں محبت کا نقشہ رہ گیا ہو، جن گھروں میں چھت تلے رہنے والے اللہ کی نافرمانیاں کریں، وہاں سکون اور محبتیں ہوں، ہو نہیں سکتا! اللہ کا کلام ہے، اللہ کہہ رہا ہے فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ اس دنیا میں نافرمانی کی ایک سزا یوں دیتے ہیں۔ بیٹا باپ کا نہیں رہتا، بیوی شوہر کی نہیں رہتی، شوہر کی آنکھوں میں اپنی بیوی کے لیے وفا نہیں رہتی۔ بہن اور بھائی کا محبت والا رشتہ وہاں نفرتوں کے کانٹے اُگنے لگتے ہیں۔ یہ عداوت کا لفظ تو ہمارے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے، یہ سزا ملتی ہے، اس دنیا میں محبتیں نفرتوں سے بدل جاتی ہیں۔۔۔ تو جہاں گندگی ہے، وہاں بیماریاں ہیں، جراثیم ہیں، جہاں اللہ کی نافرمانیاں ہیں، وہاں شیاطین ہیں، اثرات تو ہوتے ہیں نا! ہنستے بستے گھروں کا اُجڑنا تو ہے!!

غیبی رزق: ایک صحابی قضائے حاجت کے لیے گئے۔ اللہ کی شان چوہے کو دیکھا، وہ ایک بل سے

اشرفیاں نکال رہا ہے، سترہ اشرفیاں نکالیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا ہی خوب صورت زندگی تھی، اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ جیسا مربّی دیا تھا، ہر وقت فکر مند رہتے تھے کہ یہ ان کے لیے حلال بھی ہے یا نہیں؟ کہیں میرے منہ میرے پیٹ میں کہیں میرے بچوں کی زندگی میں حرام نہ چلا جائے، اس لیے پوچھ لیتے تھے کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ! کیا یہ حلال ہے؟ ان صحابی نے بھی پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمہارے لیے حلال ہے، یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔“ سبحان اللہ ! ان کی زندگیاں اتنی مبارک تھیں، اللہ انھیں بلوں سے رزق دے رہا تھا اور ہماری زندگیاں دین داری سے اتنی دور ہو گئیں کہ قرآن سے ایسی دور ہوئیں کہ آج جتنا کچھ آتا ہے، وہ سب بلوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ بل اور یہ بل اور یہ بل ! زندگی ان بلوں میں اُلجھ گئی ہے۔ وہاں قرآن کی بدولت زندگیوں میں ایسی برکت کہ اللہ رزق یوں دے رہا اور آج کیا ہے میرے عزیزو ! آتا تو بہت ہے، پتا نہیں چلتا جاتا کہاں ہے ! یہ ملک ایسا زرخیز کہ کئی برِّ اعظموں کو کھلا سکتا تھا، لیکن ہر طرف نحوست ہے۔ نہ ہی آج مسلمان کے گھروں میں اس قرآن کی زندگی ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے ایوانوں اور عدالتوں کے اندر قرآن کا نظام ہے تو نحوست ہی ہوگی اور بھلا کیا ہوگا۔۔۔ ! !

اسلامی طرزِ حکم رانی: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک عامل جو لوگوں سے وسائل اکٹھے کرنے پر مامور تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا: ”جو آپ کی طرزِ حکم رانی ہے نا، اس سے آمدنی میں بہت فرق پڑ رہا ہے اور حکومتی وسائل اور مال میں بہت کمی آرہی ہے۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس عامل سے ایسا جملہ کہا کہ مختصر الفاظ میں مسلمانوں کی اسلامی حکم رانی کا سارا آئینہ دکھا دیا۔ فرمانے لگے: ”دیکھو ! رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، ٹیکس جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے تھے۔“ یعنی مسلمانوں کی جو طرزِ حکم رانی ہوتی ہے، اس میں اخلاقیات ترجیح ہوتی ہیں، آمدنی ترجیح نہیں ہوتی اور بے دین لوگوں کی حکومتیں ہوتی ہیں، وہ ایک طرح منظّم تجارتی ادارے ہوتے ہیں، جن کی ساری نظر اس پر ہوتی ہے کہ آمدن کتنی ہے؟ وسائل کتنے ہیں؟ پیسا کتنا اکٹھا ہوا ہے اور جو مسلمانوں کی حکم رانیاں تھیں، ان کی ترجیحات یہ ہوتی تھیں کہ مسلمانوں کی اخلاقیات کا کیا حال ہے، اقدار کا کیا حال ہے ، ایمان کا کیا حال ہے، اس لیے جو وسائل اکٹھے کرتے تھے، وہ صرف ان اخلاقیات اور اقدار کی تکمیل کے لیے اکٹھا کیا کرتے تھے، محض وسائل ان کا مطلوب و مقصود نہیں ہوتے تھے۔ اب چوں کہ اخلاقیات مطلوب و مقصود ہی نہیں تو اس قوم کو سود بھی کھلایا جاتا ہے، رشوت بھی کھلائی جاتی ہے، شراب بھی پلائی جاتی ہے، بے حیائی اور فحاشی کے دلدل میں بھی ڈالا جاتا ہے۔ اخلاقیات ترجیح نہیں رہے ! اقدار کو ترجیح نہیں رہی ! اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری قوم کا ذہن تجارتی بن گیا ہے، وہ نفع و نقصان کو دیکھتا ہے۔ اخلاقایات، اقدار، رشتے اور محبتیں یہ سب اب ثانوی درجے میں ہیں۔ اب یہی سوچ بن گئی ہے کہ نفع ہے یا نہیں۔ اس سے مجھے فائدہ ملے گا یا نہیں۔

جب زندگی میں قرآن تھا: جب زندگیوں میں قرآن تھا، برکت ہی برکت ہوا کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ایسا تھا کہ بکری اور بھیڑیا اکٹھے رہا کرتے تھے اور آج ایسا فتنے کا دور ہے کہ دو بھائی ایک دستر خوان پر اکٹھے بیٹھ جائیں تو بڑی بات معلوم ہوتی ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے کیا کھویا ہے، وہی عظیم الشّان تحفہ نا، جو اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے واسطے سے انسانیت کو دیا تھا۔ وہی قرآن کھو بیٹھے ہیں۔ اب ہمارے دلوں میں صحت کی عظمت ہے، عمارتوں کی عظمت ہے، گھروں کی عظمت ہے، مال و دولت اور مادی نقشوں کی اہمیت اور عظمت ہے، لیکن قرآن کی عظمت نہیں رہی ! ان اداروں کی اہمیت نہیں رہی ہے، جہاں قرآن کی خدمت ہو رہی ہو اور امت کے بچوں میں قرآن کا نور پیدا کیا جا رہا ہو۔

قرآنی برکات: آج دین بے زار لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ یہ دینی ادارے، یہ مساجد یہ مدارس معاشرے پر بوجھ ہیں۔ کتنی بد قسمت مخلوق ہے یہ جس کے دلوں میں ایمان اور دین کی عظمت ہی نہیں۔ اس قوم کے گھر قرآن سے خالی ہیں۔ ان کو احساس اور اندازہ ہی نہیں کہ اگر اللہ کا عذاب ٹلا ہوا ہے اور وہ آفات جو پہلی قوموں پر آیا کرتے تھے، اگر آج یہ امت اور ہمارا وطن محفوظ ہے تو ان معصوم بچوں کی برکت سے ہے، جو سحری کے وقت اٹھ کر اللہ کا کلام پڑھ رہے ہوتے ہیں، جو سویرے سویرے چٹائیوں پر بیٹھ کر شہروں میں، جنگلوں میں، دیہاتوں میں اللہ کا کلام پڑھ رہے ہوتے ہیں ! ورنہ کون سی بدی ہے جو پہلے قوموں میں تھی اور آج نہیں ہے۔ وہ کون سی برائی ہے، جو پہلے قوموں میں تھی اور آج نہیں ہے۔ اگر کچھ رہا سہا ہے تو اُن لوگوں کی برکت ہے، جنھوں نے اس دولت کو آج سنبھالا دیا ہوا ہے۔ قرآن کی عظمت کو آج امت نے بھلا دیا، تلاوتِ قرآن سے زندگیاں خالی ہو گئیں، گھر خالی ہو گئے اور قرآن پر عمل تو بہت دور جا چکا ہے۔

حقوق القرآن: رسول اللہ ﷺ کی آمد پر جو امت کو ایک بڑا تحفہ ملا ہے، وہ قرآن کی دولت ہے۔ اس کا پہلا حق ہے، دلوں میں اس کی عظمت ہو۔ اس کا دوسرا حق ہے، اس کی تلاوت کی جائے۔ اس کا تیسرا حق ہے کہ اس پر عمل ہو اور اس کا چوتھا حق یہ سوچ پیدا ہونا ہے کہ اس کی دعوت، اس کے پیغام کو عام کرنے میں میری زندگی کتنی لگ رہی ہے، میرے وسائل کتنے لگ رہے ہیں، میری صلاحیتیں کتنی لگ رہی ہیں، یہ سب قرآن کا حق ہے۔

کیسے قدر کریں؟ نبی ﷺ سے ہم شفاعت کی اُمید لیے بیٹھے ہیں، حوضِ کوثر پر آپ کے دستِ مبارک سے پانی پینا یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے، لیکن ہمیں سوچنا چاہیے اگر رسول اللہ ﷺ وہاں کھڑے ہو جائیں اور یوں کہنے لگیں: ”یا اللہ ! یہ میری امت کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔“ تو ہمارا کیا بنے گا؟ اس لیے اس عظیم الشّان تحفے کی قدر کرنی چاہیے، اس کی تلاوت کا اہتمام اور اس پر اپنی زندگیوں میں عمل لانا چاہیے، پھر زندگی میں برکتیں ہوں گی، دل اطمینان سے بھرے ہوں گے۔

قرآن کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ اور اسی کے متعلق قرآن نے بتایا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ قرآن کی تلاوت سے قرآن پر عمل کرنے سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ دلوں کو سکون ملتا ہے۔ دلوں کو چین ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس امت کے پاس قرآنِ مجید بڑا ہی مبارک تحفہ ہے۔ اللہ ہمیں اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور قرآنِ کریم کے ہم پر جو حقوق ہیں، انھیں ہمارے لیے ادا کرنا آسان فرمائے۔ آمین !

قادیانی ہتھیار دجل اور تلبیس

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب

قادیانیت ہندوستان میں انگریز استعمار کا پیدا کردہ فتنہ تھا، جس نے امتِ مسلمہ کے بنیادی عقیدے ختمِ نبوت پر ڈاکا ڈال کر مسلمانوں کا ایمان لوٹنے کی پوری کوشش کی۔ بیرونی قوتوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے قادیانیت کو پروان چڑھا کر مسلمانوں کی اجتماعیت و مرکزیت پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ 1928 میں فلسطینی علاقے حیفا کے مقام پر (جواب اسرائیلی قبضے میں ہے) قادیانی مشن قائم کیا گیا۔ اسرائیل جہاں مسلمانوں کو جان و ایمان کی آزمائشوں کا سامنا ہے، قادیانی مشن وہاں پوری آزادی سے کام کر رہا ہے اور عرب دنیا میں اسرائیل کو قادیانیوں کے ہیڈ آفس کا درجہ حاصل ہے۔ اسرائیل سے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کا جو مذموم دھندا شروع ہوا تھا، اُس کے نتیجے میں عرب ملکوں میں اس فتنے کی گمراہی سے بے خبر مسلمان قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اِرتداد کا شکار ہوتے رہے ہیں۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قادیانیوں کے حمایتی لبرل اور سیکولر حضرات آخر اِس حقیقت کا ادراک کیوں نہیں کرتے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر پورے عالمِ اسلام پر قادیانیت کے کفر و اِرتداد کو واضح کر دیا تھا، ورنہ قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بن جاتے۔ قادیانی اگر اپنے مذہب کو اِسلام نہ کہیں تو اُن کی اصلیت آشکارا ہو جاتی ہے۔ دجل اور تلبیس ہی قادیانیوں کے وہ ہتھیار ہیں، جن کی بدولت وہ اپنی گمراہی اور اِرتداد کو اِسلام کا نام دے کر دُنیا کو دھوکا دیتے ہیں۔

قادیانیت چھوڑنے والے مظہر احمد نے ویڈیو بیان میں اپنی داستانِ الم بیان کرتے ہوئے قادیانیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے کئی انکشافات کیے ہیں، وہ کہتے ہیں:

”قادیانی دراصل چناب نگر میں قانونی طور پر خود کو بہت مضبوط کر چکے ہیں۔ انھوں نے خدا جانے کب سے پلاننگ کی ہوئی ہے کہ ان کا اپنا عدالتی نظام ہے جو بہت مضبوط ہے، یہاں تھانے میں انچارج بھی قادیانی ہی پوسٹ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کوئی کیسے اختلاف کر سکتا ہے۔ ان کی پلاننگ کیا ہے؟ آپ کو اندازہ ہی نہیں ہے۔ ان کے سب بڑے لندن وغیرہ میں ہیں اور وہ ایسی قوتوں کی گود میں بیٹھے ہیں، جو پاکستان کے حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سو برس پہلے کی پلاننگ کرتے ہیں اور پھر اس پر آہستہ آہستہ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ یہ پاکستان پر بھرپور نظر رکھتے ہیں، خاص طور پر سیاست پر اُن کی نگاہ ہوتی ہے۔ ووٹ تو خیر یہ کبھی نہیں ڈالتے، کیوں کہ ان کا مؤقف ہے کہ پاکستان کی اسمبلی نے ہمیں کافر قرار دیا ہے۔ ہم اس میں جانے والے کسی فرد کو ووٹ نہیں ڈالیں گے۔ ہاں! سپورٹ ضرور کرتے ہیں، بلکہ ریفرنڈیم میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ مشرّف دور میں بھی انھوں نے اس میں حصہ لیا تھا، لیکن سیاسی طور پر ووٹ ڈالنے کے حق میں نہیں ہیں۔ آپ ان کے تعصّب کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پہلے مسلمان اور قادیانی نوجوان ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے تھے اور کھیل کود میں حصہ لیتے تھے، لیکن اب ان کی جماعت نے اپنے نوجوانوں پر پابندی لگائی ہوئی ہے کہ وہ مسلم نوجوانوں کے ساتھ کھیل میں شریک نہیں ہوتے کہ کہیں کوئی مسلمان نہ ہو جائے، بلکہ جماعت والے اکثر اُن قادیانیوں کو جو قادیانیت چھوڑنے پر مائل ہوتے ہیں، میری مثال دیتے ہیں کہ دیکھو! مظہر نے قادیانیت چھوڑی تھی تو اس کا کیا حال ہو گیا تھا، وہ پاگل ہو گیا ہے۔ اب انھیں کیا معلوم کہ مجھے پاگل بنایا گیا ہے، جس میں نہ صرف قادیانی جماعت بلکہ میرے خاندان کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میں نے جماعت سے ہمیشہ دُوری بنائے رکھی، جو انھیں ساری زندگی کھٹکتی رہی۔ میرا چندہ وغیرہ بھی ساری زندگی میرے والد نے دیا، میں نے انھیں کبھی ایک روپیہ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے ان کی جماعت اپنا بغض اس طرح نکال رہی ہے کہ مجھے پاگل ڈکلیئر کر کے دوسروں کے سامنے مثال بنا کر پیش کرتی ہے۔“

اُردن کی ایک جدید تعلیم یافتہ شخصیت جناب امجد سقلاوی، قادیانیت سے ناواقفیت کی بنا پر اس کے فریب میں آ کر اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پھر ہدایت سے نوازا اور وہ قادیانیت کو ترک کر کے دوبارہ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ فلسطین سے تعلق رکھنے والے معروف قادیانی ہانی طاہر 2016 میں انٹرنیٹ کے ذریعے سامنے آئے۔ 47 سالہ سابق قادیانی مبلّغ ہانی طاہر کا شمار پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فلسطین اور مصر نیز دیگر عرب ممالک میں عرصہٴ دراز سے قادیانیت کا پرچار کرنے والے اہم افراد میں ہوتا تھا۔ یہی نہیں استاد ہانی طاہر کے فلسطین میں قادیانی جماعت کے سربراہ شریف عودہ سے کچھ عرصہ سے قادیانی عقائد پر اختلافات بھی چلے آ رہے تھے اور ان کی وجہ سے فلسطین اور مصر میں قادیانی سرگرمیاں محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ ہانی طاہر کا قادیانیت ترک کرنا عرب ممالک میں تحفّظِ ختمِ نبوّت کا کام کرنے والے کارکنوں کے لیے ایک عظیم الشان خوش خبری اور اہلِ ایمان کے لیے ایک بہت بڑی فتح ہے۔

ہانی طاہر الیکٹریکل انجینئرنگ میں ماسٹر اور الشریعہ میں بیچلر کی ڈگری کے حامل ہیں۔ وہ قادیانیوں کے عرب ٹی وی چینل 3 کے پروگراموں

الحوار المباشر، سبیل الھدیٰ، قراۃ فی الصحف اور الخزائن الروحانیۃ کے میزبان کے طور پر کام کرتے رہے تھے۔ ہانی طاہر نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں بتایا کہ ”جب تک مرزا قادیانی کی تحریروں کا عربی زبان میں ترجمہ نہیں ہوا تھا، اُس وقت تک ہمیں قادیانی جماعت کی طرف سے قادیانیت کے بارے میں جو کچھ بتایا جاتا تھا، ہم اُسے ہی سچ سمجھتے تھے، لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں اور خاص طور پر ان کے جاری کردہ اشتہارات کا عربی ترجمہ ہوا تو میری آنکھیں کھلیں اور مجھے پتا چلا کہ مرزا قادیانی کی تو سبھی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلی تھیں اور الحمدللہ! میں اس فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچا کہ درحقیقت مرزا قادیانی نہ تو مہدی ہے اور نہ وہ مسیحِ موعود ہے۔

وہ آگے کہتے ہیں کہ ”مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد اُس کے جانشینوں نے بھی بہت سے ایسے عقائد ایجاد کر لیے تھے جو خود مرزا قادیانی کی تحریروں کے برعکس ہیں، لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں دجل وفریب کی اس دلدل میں مزید نہیں رہ سکتا۔“ ہانی طاہر نے قادیانیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ”آپ بے شک میرے کہنے پر قادیانی جماعت نہ چھوڑیں، لیکن صرف ایک بار خود مرزا قادیانی کی کتب کا مطالعہ کریں اور حقیقت تک پہنچیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ مرزا قادیانی کا لکھا ہوا سارا لٹریچر براہِ راست پڑھ لیں تو آپ کے لیے قادیانیت میں ایک دن رہنا بھی ممکن نہیں رہے گا۔“

ہانی طاہر نے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ جانے کی بجائے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد اور قادیانیت کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنا شروع کر دیا اور وہ تقریباً ہر روز ایک نیا ویڈیو بیان ”یوٹیوب“ پر اپ لوڈ کرتے ہیں، جس میں مرزا قادیانی کی ناکام پیش گوئیوں سے لے کر، اُس کے پیش کردہ قرآن وحدیث کے جھوٹے حوالوں اور قادیانی جماعت کی مبالغہ آمیز باتوں سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ ہانی طاہر کے چشم کشا بیانات کے اثرات رنگ لا رہے تھے اور اس کی بدولت مزید عرب حضرات جو قادیانیت کی دلدل میں پھنس چکے تھے، وہ اسلام کی طرف لوٹنا شروع ہو گئے، یہ ایک خوش آئند بات تھی۔

قادیانی اس صورتِ حال سے بہت پریشان نظر آنے لگے۔ عرب قادیانی چینل ”ایم ٹی اے“ کی ٹیم نے شریف عودہ قادیانی کی سربراہی میں ہانی طاہر کی پیش کردہ ویڈیوز کے جوابات وڈیوز کے ذریعے دینے کی ناکام کوشش کی۔ اُن ویڈیوز میں ہانی طاہر کی ذات کے خلاف طعن وتشنیع کے سوا کچھ بھی نہیں تھا، وہ ہانی طاہر کے پیش کردہ دلائل اور حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔ قادیانی ہانی طاہر کو مخاطب کرتے ہوئے کبھی یہ کہتے کہ کیا تم پہلے جاہل اور اندھے تھے جو تم مرزا قادیانی کو مہدی، مسیح اور نبی سمجھتے تھے؟ کبھی کہتے ہیں کہ تم خود مرزا قادیانی کی صداقت کی دلیلیں دیا کرتے تھے، مگر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وغیرہ۔

”کھسیانا بلا کھمبا نوچے“ کے مصداق شریف عودہ قادیانی نے اپنی ایک ویڈیو میں اپنا غصہ یہ کہہ کر نکالا کہ ”ہانی طاہر کے قادیانی جماعت چھوڑنے سے پہلے ہی ہمارے بہت سے قادیانیوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہانی بن عروہ مرتد ہو جائے گا اور ایسے ہی ہوا ہے۔“

واضح رہے کہ ہانی طاہر کوئی عام قادیانی نہیں تھا، بلکہ اُس نے قادیانیت پر کیے گئے مسلمانوں کے اعتراضات کے جواب میں ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”شبہات وردود“ کے نام سے عربی میں لکھی تھی۔ اب قادیانیت کے مکر وفریب سے بڑی تیزی کے ساتھ پردہ ہٹتا چلا جا رہا ہے، کیوں کہ بہروپ کی زندگی بہت مختصر ہوا کرتی ہے۔

ہانی طاہر بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا ہے۔ اب عرب دنیا کے قادیانی اسلام کی حقانیت کو پا رہے ہیں۔ مجلسِ احرارِ اسلام کے بزرگ قادیانیت کو مذہب نہیں، بلکہ سیاسی مرتد گروہ سمجھتے تھے، جس نے مذہب کی چادر اوڑھ کر برطانوی استعمار کے مقاصد کی تکمیل کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر برطانیہ میں ہے اور اُن کا سربراہ مرزا مسرور بھی برطانیہ کو اپنا مسکن بنائے ہوئے ہے۔

یہ لوگ اپنے آپ کو احمدی کہتے اور کہلاتے ہیں۔ ان کے حوالے سے بات کرنا پاکستان میں حساس معاملہ سمجھا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں پاکستان کی سپریم کورٹ کی جانب سے احمدی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے شخص کو ضمانت دینے کے معاملے پر ملک کی مختلف مذہبی سیاسی جماعتیں اور تنظیمیں احتجاج کر رہی ہیں۔ ان حالات کا تقاضا ہے کہ عرب ممالک سمیت تمام مسلم ممالک میں تحفّظِ ختمِ نبوّت کے محاذ پر کام کرنے والے مسلمان اپنی حکمتِ عملی میں تبدیلی لائیں اور متذبذب قادیانیوں کو اسلام کے دامن میں لانے کے لیے دن رات ایک کر دیں، تاکہ عالمِ اسلام قادیانیت کے ناپاک وجود سے پاک ہو جائے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تحفّظِ ختمِ نبوّت کے کارکنان دلائل اور براہین رکھتے ہوں، جدید اسلوبِ گفت گو اور مکالمہ کی زبان استعمال میں لائیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے میدان میں اپنا کردار ادا کریں اور قادیانیوں کے عالمِ اسلام کے خلاف ناپاک عزائم اور منصوبہ بندی کو بے نقاب کریں۔ اگر قادیانی اخلاصِ نیت، سچے دل سے قادیانیت سے توبہ تائب ہو کر، مرزا غلام احمد قادیانی کے گندے، غلیظ اور باطل عقائد پر دو حرف بھیج کر سچے مذہب اسلام کو قبول کر لیں، حضورِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مان کر اپنے آپ کو پیارے نبی ﷺ کے دامنِ رحمت سے وابستہ کر لیں تو یہ ہمارے بھائی ہوں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو خود کو پاکستان کے آئین کا پابند بنائیں اور غیر مسلموں میں اپنا ووٹ بنوائیں۔ اگر وہ ان دونوں صورتوں میں کسی ایک کو اختیار نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ غیر مسلم ہونے کے باوجود مسلمانوں میں اپنا شمار کرائیں اور دنیا کو دھوکا دہی سے باور کرائیں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کے باوجود مسلمان ہیں تو مسلمانانِ عالم کبھی بھی انھیں اپنی صفوں میں گھسنے نہیں دیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے دل سے ان کی نفرت کبھی ختم ہو گی۔ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کھلے دشمن، انبیائے کرام علیہم السلام کے دشمن، صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم کے دشمن بھی رہیں اور مسلمان ان سے دلی تعلق اور محبت بھی رکھیں:

ایں خیال است و محال است و جنوں!

جب تک پاکستان کے غیّور، باشعور مسلمان دین سے اور حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے موجود ہیں، پاکستان اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے قادیانیوں اور دشمنانِ اسلام کی حسرت ہی رہے گی۔

پہلا مبارک قطرہ

عالیہ ذوالقرنین

وہ نورِ ایمان چہرے پر لیے انتہائی سبک رفتاری سے قبیلہ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ چہرہ غصے کی تمازت سے سُرخ تھا اور وہ کوئی بھی لمحہ ضائع کیے بغیر سرکارِ دوعالم ﷺ کا حکم بجا لانا چاہتے تھے، جس کے لیے نگاہِ اطہر نے بذاتِ خود انھیں چنا تھا۔ کچھ دن پہلے ہی دو اشخاص خدمتِ اقدس میں حاضر کیے گئے۔

"کون ہو تم؟" دربارِ رسالت میں آقا ﷺ کی رعب دار آواز گونجی۔

"ہم قبیلہ یمامہ کے مسیلمہ کی طرف سے قاصد ہیں اور اس کا خط لائے ہیں۔"

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف! تم پر سلامتی ہو، امابعد! سن لیں کہ میں اس معاملے میں تمہارا اشراکت دار ہوں۔ آدھی زمین ہماری ہوگی اور آدھی قریش کی، مگر قریش ایک ایسی قوم ہے جو ظلم کرتی ہے!"

خط پڑھتے ہی رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور غصے کی تمازت سے سُرخ ہو چکا تھا۔ اوّلین داعیانِ نبوت کے کذابوں میں سے ایک نے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔ مسواک کی لکڑی جو کہ دستِ مبارک میں پکڑی ہوئی تھی، فرمایا: "اللہ کی قسم اگر وہ مجھ سے اس کے برابر بھی مانگے تو میں اس کو نہیں دوں گا۔"

آپ ﷺ نے ان قاصدوں سے پوچھا: "تمہارا مسیلمہ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟"

ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارا سچا نبی کہتا ہے: جادوگر اور شعبدہ باز! مسیلمہ کذاب کے جال میں پھنسے قاصدوں نے جواب دیا۔ "اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کروا دیتا۔"

خاتم المرسلین ﷺ نے جواب میں مسیلمہ کو لکھوایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، منجانب محمد رسول اللہ ﷺ بنام مسیلمہ کذاب!

امابعد! زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقین کے لیے ہے۔"

الفاظ سپیدۂ سحر کی مانند نمودار ہوئے اور بنو حنیفہ کے کذاب کو تاقیامت رسوا کر گئے۔

قاصد واپس بھیجے جا چکے تھے، مگر عقل کے اندھے نے نبوت کو بادشاہت سمجھ لیا تھا اور نصف زمین اور نصف رعایا کا مطالبہ کرنے لگا تھا۔ مسیلمہ کے ہرکارے نے رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب مسیلمہ تک پہنچایا تو وہ مزید گمراہی میں پڑ گیا اور لوگوں کو مزید گمراہ کرنے لگا۔ یہ کذاب اپنا افک و بہتان پھیلانے لگا۔ مومنوں کو دی جانے والی سزاؤں کو اُس نے بڑھا دیا اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے کا کام شروع کر دیا۔ اس فتنے کو روکنا ضروری تھا، مگر اس سے پہلے رحمت للعالمین اسے ایک بار ہدایت کی طرف بلانا چاہتے تھے، چناں چہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر نگاہ دوڑائی تو نگاہیں مبارک دربارِ رسالت میں موجود آنکھوں میں نبیٔ رحمت کے عشق کی مستی سجائے ایک صحابی پر رک گئیں۔ یہ سیدنا حبیب بن زید انصاریؓ تھے، جنھیں آقا ﷺ کے مکتوبِ ختم نبوت کو مسیلمہ کی طرف پہچانے کے لیے چن لیا گیا تھا۔ سیدنا حبیب بن زیدؓ کا چہرۂ مبارک اس سعادت پر کھل اٹھا تھا اور اب وہ جلد از جلد اس حکم مبارک کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔

حضرت حبیبؓ نے تیز قدمی سے سفر شروع کر دیا اور مطلوبہ مقام پر پہنچ کر خط مسیلمہ کے حوالے کر دیا۔ مسیلمہ کذاب نے خط کھولا تو خط کے نور و ضیا نے اس کی آنکھیں اندھی کر دیں اور وہ غرور و ضلالت میں مزید بڑھ گیا۔ عرب نسلیت بھی اسے سرکارِ رسالت ﷺ کے قاصد کی تکریم آمادہ نہ کر سکی۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی قوم کو اکٹھے ہونے کا کہا۔ جناب حبیب بن زیدؓ کو لایا گیا، جن کے اوپر اس تشدّد سے تعذیب کے آثار دکھائی دے رہے تھے جو مجرموں نے ان کے اوپر توڑے تھے۔

مسیلمہ نے حضرت حبیبؓ سے پوچھا:

"کیا تم یہ شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟" حضرت حبیبؓ نے جواب دیا۔ "ہاں! میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" جناب حبیبؓ کے منہ سے یہ کلمات نکلے تو رسوائی اور ناکامی کے باوجود پھر سوال کیا: "کیا تم یہ شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟"

حضرت حبیبؓ نے جواب دیا: اَنَا اَصَمُّ، لَا اَسْمَعُ (میں بہرہ ہوں، سن نہیں سکتا)۔

اس جملے کے بعد کذاب کا چہرہ جل کر راکھ ہو جانے والے کوئلے کی سیاہی میں بدل گیا۔ وہ ذبح شدہ سانڈ کی طرح پھنکارا اور چیخ کر جلاد سے کہا: "تلوار مار کر اس کے بدن کا ایک ٹکڑا اڑا دو۔" جلاد نے تلوار ماری اور جناب حبیبؓ کا بازو بدن سے کٹ کر زمین پر جا گرا۔ مسیلمہ نے پھر مخاطب ہو کر جناب حبیبؓ سے پوچھا:

"کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟"

حضرت حبیبؓ نے جواب دیا: "ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

مسیلمہ نے کہا: "اور یہ بھی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟"

حضرت حبیبؓ بولے: "میں نے تم سے کہا ہے کہ میرے کان وہ بات سننے سے قاصر ہیں جو تم کہتے ہو۔" مسیلمہ نے جواب سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ "اس کے جسم کا دوسرا بازو بھی اڑا دو۔" جلاد نے فوراً تلوار ماری اور حضرت حبیب ابن زیدؓ کا دوسرا بازو بھی اڑا کر رکھ دیا۔ لوگ آپ پر نظریں گاڑے حیرت و تعجب سے دیکھے جا رہے تھے کہ کس قدر عزیمت واستقامت ہے۔ مسیلمہ مسلسل اسی طرح سوال کرتا رہا اور جلاد آپؓ کے بدن کی بوٹیاں اڑاتا رہا اور آپؓ بھی مسلسل یہی جواب دیتے رہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس مسلسل عمل سے آپؓ کے بدن کا آدھا حصہ کٹ کر ٹکڑوں کی صورت میں زمین پر بکھرا ہوا تھا اور آدھا دھڑ باقی رہ گیا تھا۔ بالآخر آپؓ کی روحِ اقدس ختم نبوت کی گواہی دیتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکی تھی اور سیدنا حبیب بن زید انصاریؓ ختم نبوت کے پہلے شہید کا اعزاز حاصل کر چکے تھے۔ سیدنا حبیبؓ کی سفاک انداز میں شہادت نے تمام داعیانِ ختم نبوت کذابوں کو متنبہ کر دیا کہ عشاقِ رسول ﷺ کے لیے ختم نبوت کے دفاع کی خاطر جانیں قربان کرنا تاقیامت ہمیشہ آسان رہے گا، وہ اس شجرِ مبارکہ کی آبیاری اپنے لہو سے کریں گے۔

Perfect
FRESHENER

CELEBRATING 77TH

PERFECT KA

PAKISTAN

INDEPENDENCE DAY

1947

ProudlyMadeInPakistan

شہد

حفصہ محمد فیصل

شہد اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور خوراک ہے، جسے کھایا اور پیا دونوں جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں بطورِ شفا کے آیا ہے۔ حدیث شریف میں دو شفاؤں کا ذکر ہے، روحانی شفا کے طور پر قرآنِ مجید جبکہ جسمانی شفا کے طور پر شہد کو بتایا گیا ہے۔

شہد میں بیش بہا مفید مرکبات پائے جاتے ہیں، مثلاً: کیلشیم، آئرن، سوڈیم، سلفر، فاسفورس، کاربوہائیڈریٹ شکر، ریشہ، پروٹین اور پانی کے ساتھ اس کو توانائی کا خزانہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ایک کلو گرام شہد بنانے کے لیے شہد کی مکھی انتھک محنت کرتی ہے، 50 لاکھ پھولوں کا رس قطرہ قطرہ اپنے منہ میں بھر کر لانا اور اس عمل کے لیے 60 ہزار مرتبہ باغوں، جنگلوں اور سبزہ زاروں کے چکر لگانا یہ سب شہد کی مکھی ہی کا خاصہ ہے، جس کا ثمر شہد جیسی مفید خوراک کی صورت میں ملتا ہے۔

شہد کے فوائد:

جہاں شہد کے تنہا استعمال کرنے کے بے شمار فوائد ہیں، وہاں اسے مختلف چیزوں کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے بھی فائدے دوچند ہو جاتے ہیں۔ شہد روزانہ استعمال کرنے سے جسم صحت مند اور توانا رہتا ہے۔

دماغی کام:

دماغی کام کرنے والے افراد کو اگر صبح آدھا چمچ نہار منہ شہد چٹا دیا جائے تو سارا دن ان کا ذہن فعال اور چاک و چوبند رہے گا۔

اس کے علاوہ شہد کھانے کی مٹھاس بڑھانے کے کام بھی آتا ہے۔

◆ کھانسی اور ٹونسلز پر قابو پانے کے لیے ادرک کی چائے پکا کر اس میں چمچ بھر شہد ملا کر پی لیں۔

◆ اسی طرح جب لگاتار کھانسی آ رہی ہو تو شہد پر نمک یا کلونجی پاؤڈر چھڑک کر پی لیں، فوری افاقہ ہوگا۔

◆ کولیسٹرول کے مریض لہسن کے تیل کے ساتھ شہد استعمال کریں۔

◆ کم زور جسم کے افراد رات سوتے وقت نیم گرم دودھ میں شہد ملا کر پییں، چند ہی دنوں میں نمایاں فرق محسوس ہوگا۔

◆ فربہی مائل افراد نہار منہ نیم گرم پانی میں لیموں کا رس اور شہد ملا کر استعمال کریں، چند ماہ میں فاضل چربی پگھل کر جسم مناسب ہیئت پر آ جائے گا۔

◆ قبض اور بواسیر کے مریض سوتے وقت نیم گرم پانی میں شہد ملا کر پییں۔

◆ اگر آپ کو کم خوابی کی شکایت ہے یا کبھی کبھی ڈپریشن کا شکار ہو کر نیند آپ کی آنکھوں سے دور ہو جاتی ہے تو نیند کی گولی کے بجائے ایک چمچ شہد پی لیں پُر سکون نیند کے ساتھ ساتھ اعصابی تناؤ سے بھی نجات مل جائے گی۔

◆ اسی طرح سردیوں کی آمد آمد ہے، اگر آپ شہد کا باقاعدہ استعمال شروع کر دیں گے تو اس کے اینٹی بائیوٹک انزائمز آپ کے مدافعتی نظام کو مضبوط بنا دیں گے اور آپ جوڑوں اور پٹھوں کے درد، فلو، بخار، کھانسی، لو بلڈ پریشر اور اعصابی دباؤ سے مستقل نجات پا لیں گے۔

شہد کے بیرونی فوائد:

شہد کے بیرونی فوائد بھی بے شمار ہیں۔

◆ اگر آپ اپنی جلد کو چمک دار بنانا چاہتے ہیں تو شہد میں جائفل کا پاؤڈر ملا کر مساج کریں اور دس منٹ چھوڑ دیں، پھر ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔ یہ قدرتی موئسچرائزر ہے، اس سے نہ صرف آپ کی اسکن گلو کرے گی، بلکہ داغ دھبے اور کیل مہاسوں سے بھی نجات حاصل ہوگی۔

◆ اگر آپ سر کے بالوں کی خشکی سے پریشان ہیں تو دو چمچ نیم گرم پانی میں ڈیڑھ چمچ شہد ملائیں، ایک گاڑھا گاڑھا سا محلول بن جائے گا اور اس محلول سے تین منٹ تک سر کی جلد کا مساج کریں، تھوڑی دیر چھوڑ کر بال دھو لیں، بہترین نتائج ملیں گے۔

◆ سردیوں میں عموماً جسم کی جلد خشک ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تو پپڑی بھی اترنے لگتی ہے، اسی طرح بچوں کی جلد بھی سردیوں میں بے حد حساس ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے ایک چمچ زیتون کے تیل میں ایک چمچ شہد ملا کر پورے جسم کا مساج کریں۔ یہ ایک بہترین باڈی واش بن جائے گا جو آپ کی جلد کو خشک موسم میں بھی نرم و ملائم اور تروتازہ بنا دے گا۔

◆ شہد سے آپ اپنے دانتوں کا بھی علاج کر سکتے ہیں، اگر آپ کی داڑھ میں درد ہے یا مسوڑھوں سے خون آتا ہے تو نیم گرم پانی میں شہد ملا کر دن میں تین دفعہ کلیاں کریں، مسئلہ حل ہو جائے گا۔

◆ اسی طرح اگر آپ اپنے دانتوں کو چمک دار اور سانسوں کو مہک دار بنانا چاہتے ہیں تو شہد میں سرکہ ملا کر برش کریں۔

◆ اگر آپ کو کوئی گہرا زخم ہو گیا ہے یا جل گیا ہے تو اس پر فوری شہد لگائیں، کیوں کہ شہد میں موجود اینٹی بیکٹیریل خصوصیات ہوا میں شامل آکسیجن سے مل کر ہائیڈروجن پر آکسائیڈ بناتا ہے، جو گہرے سے گہرا زخم ٹھیک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حضرت اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی کنیت ابوالعبد ہے، وہ حافظ قرآن تھے اور انھوں نے غزّہ کے علاقے میں قرآنِ پاک کی ترویج اور نشر واشاعت کے لیے ایسا نظام بنایا تھا کہ وہاں بچہ بچہ حافظ ہو رہا تھا۔ میری بذاتِ خود ان سے ملاقات ہوئی اور میں ان سے ملنے کے لیے دوحہ گیا۔ ان کی شخصیت میں مجھے ایک صحیح مسلمان قائد کے اوصاف نظر آئے۔ ایک طرف وہ متدیّن انسان تھے، حافظ قرآن تھے، قرآنِ کریم کی تلاوت جس بہترین اور اعلیٰ تجوید کے ساتھ وہ کرتے تھے اور اس کے ساتھ امامت بھی کرتے تھے، وہ غیر معمولی تھی۔ ان کے والد ایک مسجد میں مؤذن تھے اور وہ بتلاتے ہیں میرے بچپن سے میرے والد مجھے فجر کی اذان سے پہلے بیدار کرتے اور نماز کے لیے اپنے ساتھ لے جاتے اور انھوں نے میری دینی تربیت اس انداز سے کی کہ الحمدللہ اسلام میرے رگ وپے میں سما گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے بڑی خدمات لیں اور بالآخر حماس کی جِدُّجہد بذریعہ جہاد جو دس مہینے سے فلسطین میں جاری ہے، اس کی قیادت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے کرائی ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی ذات میں جوش اور ہوش دونوں کا حسین امتزاج ہو، بعض اوقات لوگوں پر جوش غالب آ جاتا ہے، وہ جذباتی ہو جاتے ہیں اور فکر وتدبّر اور عقل سے کم کام لیتے ہیں اور بعض اوقات ایسے لوگ ہوتے ہیں جو صرف فکری اور نظریاتی پہلو میں اُلجھے رہتے ہیں اور جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ میں نے اسماعیل ہانیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں جوش اور تدبّر کا ایسا حسین امتزاج دیکھا جو بہت کم لوگوں میں نظر آتا ہے۔۔۔!

اُمید کے چراغ روشن کریں

امۃ اللہ

نئی امنگوں کو تازہ کونپلوں کی طرح پھوٹنے دیں۔ ان کی مہک کو دور دور تک جانے دیں۔ آس کو مرجھانے نہ دیں۔

تمناؤں کی روشنیوں کو پھیلنے دیں۔ آرزوں کے جگنوؤں کو جگمگانے دیں، جھلملانے دیں۔ محبتوں کے رنگوں کو نکھرنے دیں۔ الفتوں کی تتلیوں کو پنکھ پھیلانے دیں۔ نازک ٹہنیوں پر چاہت کے گلوں کو چہچہانے دیں۔ لوگوں کی آپ سے وابستہ آس کو مسکرانے دیں، انھیں مایوس نہ کریں۔ بلاشبہ یہ دنیا اُمیدوں کے برآنے کا جہاں نہیں ہے۔ اس میں ہر نعمت فانی ہر راحت کو زوال ہے، مگر۔۔۔ ذرا آنکھوں کو نئے خواب سجانے دیں۔ ہونٹوں کو مسکرانے دیں۔ لفظوں کو رنگ جانے دیں۔ اس دارِ فانی میں لذّت کے کمال کو بھی موت کِرکِرا کر دیتی ہے۔۔۔ مگر۔۔۔ ذرا ٹھہریے تو! !اُمیدوں کے چراغوں کو جھلملانے دیں۔ آپ سے جڑی کسی کی آس کو ٹھیس نہ پہنچے۔ ٹوٹی ہوئی عمارت کا ڈھیر جو ریزہ ریزہ ہو چکا ہے، اس کے پتھروں سے گارا بن سکتا ہے۔ وہی بنیاد کے بھرنے پر کام آتا ہے، جس پر نئی عمارت کی تعمیر ہوتی ہے۔ ٹوٹی ہوئی لکڑی سے گل دان اور بہت سی اشیا بن کر اپنا جوہر دکھاتی ہیں۔ وہ پھٹا ہوا کپڑا ہی ہوتا ہے جو آپ کے پورے گھر کی ڈسٹنگ کر دیتا ہے، جس سوٹ کو آپ ریٹائرڈ کر دیتے ہیں، اسے کوئی غریب پہن لیتا ہے۔ جسے آپ کچھ نہیں دے سکتے، اسے آپ ایک چراغ دے دیں، اُمید کا چراغ جس سے آگے روشنی پھیلتی رہے۔

اسے خالی نہ لوٹائیں، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اسے دے دیں۔ بھوک کی تپش میں وہ ایک ٹکڑا اسے کتنا عزیز ہو گا آپ کو اندازہ نہیں۔

کچھ بھی اگر نہیں تو محبت بھرا ایک بول ہی دے دیں، روشنی کی اک کرن۔ آپ کے الفاظ میں پیاس بجھانے کی طاقت ہو، جو اسے سیراب کر دے اور جو کچھ بھی ہے آپ کے پاس رب کی نعمتوں میں سے، اسے بیان کریں۔ اپنی صلاحیتوں کو فراغت کی دیمک نہ لگنے دیں۔ لوگوں کو راہ دکھائیں کنویں کے شیریں پانی کی، کیوں کہ جو کچھ بھی کنویں کو مل رہا ہے وہ پیاسوں کی وجہ سے۔۔۔

بلاشبہ جو کچھ بھی تم نے برتا نعمتوں میں سے وہ ختم ہوا اور جو کچھ بھی رکھ چھوڑا اللہ کے پاس وہ باقی ہے۔

جینیں اور جینے کا حوصلہ دیں۔ اللہ کے لیے جینا جاویدانہ زندگی ہے، جسے موت نہیں اور کچھ بھی نہ ہو اگر دینے کو تو ایک چراغ دے دیں۔۔۔ للّٰہیت کا چراغ! مخلوق کی جڑی اس آس کو تھام کر اللہ تک جائیں۔۔۔ وہی ڈور جو کچی تھی، اب مضبوطی سے باندھ دیں۔

انسان کمزور ہے، وہ کیا دے سکتا ہے، جب وہ اس جہاں میں آیا تھا تو برہنہ آیا تھا۔ ماں کی کوکھ سے پیدا ہوا تو جسم پر کپڑا تک نہ تھا، مگر انسان کو انسان کے درد کا احساس دے کر بھیجا گیا۔ اَن دیکھے کمالات، باطنی جوہرِ بن دیکھے کے سودے۔

بس وہی رشتہ ہے آپ کا اور ہمارا۔ ہم رشتے ناتوں کی دنیا میں رہنے والے محدود سمت میں رہنے لگتے ہیں۔۔۔ روشنی کی حدوں کو پار کر جائیں، حوصلوں کے سمندروں کو سمیٹ لیں اور تلخیوں کو پینے کی طاقت پیدا کریں۔۔۔ کچھ اور نہ سہی کم از کم اچھے الفاظ، انداز، لہجوں سے ابتدا کریں۔ لوگوں کو منزل نہیں دے سکتے تو ایک مثبت سمت دے دیں اور یہ بھی نہ ہو تو اُمید کے چراغ ہی تھما دیں، ان خالی ہاتھوں میں جو آپ کے پاس آس لے کر آئے تھے آپ کو اللہ کا ڈاکیا سمجھ کر، ان کی لاج رکھیں۔ خود سے جڑی آس کے دامن کو چھوٹنے اور اُمیدوں کے چراغوں کو بجھنے نہ دیں۔۔۔!!

قادیانی کافر کیوں ہیں؟

سیدہ فاطمہ طارق

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ اللہ رب العزّت نے آپ ﷺ کو اس دنیا میں بھیج کر بعثتِ انبیا علیہم السلام کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کا ذکر قرآنِ حکیم کی متعدّد آیات میں نہایت ہی جامع انداز میں صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: 40)

”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیا کے آخر میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔“

عقیدۂ ختمِ نبوّت کا مطلب یہ ہے کہ نبیوں کی تعداد حضور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پوری ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد اب تا قیامت کسی بھی انسان کو نبوّت یا رسالت نہیں ملے گی، یعنی تا قیامت نبیوں کی تعداد میں کسی ایک نبی کا اضافہ نہیں ہوگا۔

لیکن نبی کریم ﷺ نے خود یہ پیشن گوئی فرمائی ہے کہ اس امت میں تیس سے زیادہ جھوٹے دعویدار پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہتا ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالاں کہ وہ جھوٹا، کذّاب اور مثلِ دجّال ہوگا۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک تیس دجّال، کذّاب افراد کا ظہور نہ ہوگا۔ ان سب کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔“

نبی پاک ﷺ کی اس پیشن گوئی کا ظہور مختلف وقتوں میں ہوتا رہا، جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

اسود عنسی:

اس کذّاب کا تعلق یمن سے تھا۔ یہ خاتم الانبیا سیّد المرسلین حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں دعویٰ کرنے والا پہلا شخص تھا، جس کو حضورِ اکرم ﷺ کے حکم پر فیروز نامی شخص نے قتل کیا۔

مسیلمہ کذاب:

یہ شخص کذّاب یمامہ کے لقب سے بھی مشہور ہے۔ اس کی خود ساختہ نبوّت کا فتنہ کافی عرصے تک رہا جس کو بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر جڑ سے اکھاڑ دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی:

مرزا غلام احمد قادیانی 1839 میں قادیان ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق اس خاندان سے تھا، جس نے 1857 کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ اپنی حیثیت سے بڑھ کر دیا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کافر کیوں ہیں؟ تو کچھ نمایاں وجوہِ تکفیر مندرجہ ذیل ہیں:

1. مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوّت
2. حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور دیگر انبیا خصوصاً حضور اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی
3. حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات سے انکار
4. اسلامی فریضۂ جہاد سے انکار

دعویٔ نبوّت:

مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (روحانی خزائن، ج:18، ص:231)

توہین سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

حضرت مسیح ابنِ مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدّت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ (روحانی خزائن، ج:3، ص:254،255)

نبی اکرم ﷺ کی اہانت:

خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چھپانے کے لیے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفّن، تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی۔ (روحانی خزائن، ج:19، ص:295)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزوں سے انکار:

مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھیں ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (روحانی خزائن، ج:11، ص:290)

اسلامی فریضہ جہاد سے انکار:

مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے، وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ (روحانی خزائن، ج:16)

معزّز قارئین! جب مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور مسیلمہ کذّاب کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا حکم دیا تو کسی ایک صحابی نے یہ نہیں کہا کہ وہ کلمہ گو ہے، اس کے خلاف جہاد نہیں ہونا چاہیے، بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مسیلمہ کذّاب اور اس کے پیروکاروں کو کفار سمجھ کر کفار کی طرح ان سے جہاد کیا، لیکن آج ہماری امتِ مسلمہ ان قادیانیوں کے خلاف کیوں خاموش ہے؟ کیوں ہم مسلمان قادیانوں کے سارے عقائد پڑھ کے بھی ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے؟ مسلمان تو اپنے نبی کی حفاظت کے لیے جان تک لٹا دیتے ہیں تو آج کے مسلمانوں کو کیا ہوا؟ کیوں وہ اپنا ضمیر بیچ کر سوگئے ہیں؟ اللہ ہم سب کو ہدایت دے اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائے۔ آمین!

Z-J
NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
SYMPHONY OF REFINED ARTISTRY
Immerse yourself in the elegance of handcrafted jewellery, where each piece tells a story of timeless beauty and meticulous craftsmanship.
At New Zaiby Jewellers Clifton, we bring you the finest selection of exquisite jewellery, crafted with precision and a passion for perfection.
Scan now to visit us:
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi
Follow our socials:
NEWZAIBYJEWELLERS
Contact us:
021 35835455 - 021 35835488

یومِ دفاع

امّ عمر

یومِ دفاعِ پاکستان ہر سال 6 ستمبر کو قومی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ 6 ستمبر 1965 کا دن نہ صرف پاکستان کی تاریخ کا اہم دن بلکہ تاریخِ عالم میں بھی قابلِ فخر دن مانا جاتا ہے۔ 6 ستمبر کو پاکستان سے کہیں زیادہ بڑے اور دفاعی اعتبار سے بہت زیادہ وسائل کے ساتھ پڑوسی ملک نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا۔ افواجِ پاکستان نے انتہائی بہادری اور جان نثاری کے ساتھ دشمن ملک کو نہ صرف مار بھگایا بلکہ اس کو بین الاقوامی سطح پر بھی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

یومِ دفاع منانے سے زیادہ دفاعِ وطن کو سمجھنا ضروری ہے۔ تاریخِ اسلام کے مطالعے سے سب اہلِ ایمان کے علم میں ہے کہ پیارے نبی مکرّم ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال بسر کیے اور اس دوران ستائیس کے قریب غزوات میں آپ ﷺ نے خود مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی۔ ان غزوات میں دو طرح کی جنگیں لڑی گئیں، جن کو اقدامی جنگیں اور دفاعی جنگیں کہا جاتا ہے۔

اقدامی جنگیں غزوۂ بدر، غزوۂ خیبر، بنو مصطلق اور فتح مکہ مکرمہ شامل ہیں۔ ان جنگوں میں نبی ﷺ نے شرکت فرمائی اور دشمن پر حملہ کرنے میں خود پہل کی، جب کہ غزوۂ تبوک، غزوۂ احزاب اور غزوۂ اُحد کو دفاعی جنگیں کہا جاتا ہے۔

دفاعِ وطن کی حکمتِ عملی کو نبی مکرّم ﷺ کی سیرت النّبی ﷺ اور غزوات کی نبی ﷺ کی حکمتِ عملی سے سبق لے کر ہم اپنے وطنِ عزیز کا دفاع زیادہ مؤثر انداز میں کر سکتے ہیں۔ جنگِ اُحد میں دشمنِ اسلام مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے، آپ نبی مکرم ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے یا باہر نکل کر تو اکثریت کی رائے تھی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، اس مشورے سے یہ سبق ملتا ہے کہ جنگ ہو یا امن رائے عامہ کو اہمیت دینا ضروری ہے۔ اس طرح قوم سے مشاورت کر کے رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔

بنو سلمہ کا قبیلہ مسجدِ نبوی ﷺ سے تھوڑے فاصلے پر آباد تھا۔ اس قبیلے کے لوگ مسجدِ نبوی ﷺ کے قریب آنا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی صحبت میں زیادہ وقت گزار سکیں۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو ایسا کرنے سے روک دیا، کیوں کہ اس وقت دفاعِ وطن ضروری تھا، اس لیے کہ پورا راستہ مسلمانوں کی آبادی سے خالی ہو جاتا اور دفاعی لحاظ سے یہ نامناسب تھا۔

سیرت النّبی ﷺ میں دفاعی سرگرمیوں کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عملی طور پر تیار رکھا جاتا تھا اور آپ ﷺ بھی ان تیاریوں میں ساتھ ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ وطنِ عزیز کو جن مشکلات اور خطرات کا سامنا ہے، ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات اور راہ نمائی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اسلامی تعلیمات میں اصل جہاد تزکیہ ہے۔ نفس پر محنت سے اللہ پر ایمان و یقین پختہ ہوتا ہے اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ میدانِ جہاد میں اللہ کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

یہ کہنا نامناسب ہو گا کہ ہماری نوجوان نسل میں وہ جذبۂ ایمانی نہیں کہ جس سے وہ وطنِ عزیز کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار نہیں ہوتے، بلکہ ہم نے اپنی نوجوان نسل پر وہ محنت اور دعا ہی نہیں کی، جس کی بدولت ہم اپنی نئی نسل میں بقول علّامہ اقبالؒ!

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں ایک جنگ میڈیا کے ذریعے لڑی جا رہی ہے اور دراصل یہی اصل جنگ ہے۔ پرنٹ میڈیا بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے، لیکن سوشل میڈیا کی ہر خاص و عام تک پہنچ ہے، اس لیے اس پر زیادہ سے زیادہ کام کی ضرورت ہے۔ نئی نسل کی تربیت کے لیے ذہن سازی ضروری ہے اور ذہن سازی پر جتنی محنت ہو گی، اتنا ہی مضبوط نظریہ بنے گا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس معاملے ہم نے اپنی ذمے داری کتنی ادا کی ہے اور کتنی کر رہے ہیں۔

یومِ دفاع، پاکستان کی تاریخ کا اہم دن ہے۔ اس دن کو اُس عہد کے ساتھ منانا چاہیے کہ ہم سب مل کر ایک قوم بن کر وطنِ عزیز کا دفاع کریں گے اور یومِ دفاع کو قومی یک جہتی کے طور پر منائیں گے۔

ایک سوال بار بار ذہن میں آتا ہے کہ ہماری نئی نسل کیا بننا چاہتی ہے؟

لیکن ہمارے کرنے کے کام یہ ہیں کہ ہم ان کے اندر وہ جذبۂ ایمانی پیدا کریں، جس کے ذریعے وہ اس پاک دھرتی کے محبِّ وطن شہری بن کر اس کا دفاع کر سکیں۔

6 ستمبر 1965 پاکستان کی تاریخ کا اہم دن ہے۔ جب پوری دنیا نے جرات اور بہادری کی نئی تاریخ رقم ہوتی دیکھی!! ان تمام شہیدوں، غازیوں اور بہادر فوجیوں کو سلام!!

دفاعِ وطن زندہ باد!

پاکستان پائندہ باد!

کافروں اور مشرکوں کے ناپاک ہونے کا مطلب

سوال: میں نے ایک عالمِ دین سے سنا ہے کہ "غیر مسلموں مثلاً عیسائیوں کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے، مگر اس بات کا خیال رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفر سے نفرت ہی نہ رہے۔"
قرآنِ مجید میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر 28 کا ترجمہ ہے: "اے ایمان والو! یہ مشرکین نجس (ناپاک) ہیں، ان کو مسجدِ حرام کے قریب بھی نہ آنے دو!" اس آیت سے بندے نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مشرکین نجس ہیں، جیسا کہ کتا اور سور نجس ہے، نہ کتے اور سور کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے اور نہ ہی مشرکین کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہونا چاہیے، کیوں کہ اکٹھے کھانے پینے سے مسلمان وہ نجس کھانا جو مشرک و کافر کا ہاتھ لگنے سے نجس ہوتا ہے۔
آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آیا میرا خیال درست ہے یا غلط؟

جواب: واضح رہے کہ کافروں اور مشرکوں کے نجس ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، یہ تو قرآنِ کریم کا فیصلہ ہے، لیکن ان کی نجاست ظاہری نہیں، معنوی (اندرونی) ہے۔ اس لیے کافر و مشرک کے ہاتھ اگر پاک ہوں تو ان کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دستر خوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ ہاں! ان کے ساتھ دوستانہ تعلّقات جائز نہیں۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا کھانا ناپاک ہے، مگر کافر کا جھوٹا ناپاک نہیں۔

شرک و بدعت کسے کہتے ہیں؟

سوال: شرک و بدعت کی تعریف کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کریں۔

جواب: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور تصرّف و اختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے اور جو کام نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ و تابعینؒ نے نہیں کیا، بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے۔
اس اصول کی روشنی میں مثالیں آپ خود بھی متعین فرما سکتے ہیں۔

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

کافر، زندیق، مرتد کا فرق

سوال: 1 کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟
2 جو لوگ کسی جھوٹے مدّعیٔ نبوت کو مانتے ہوں، وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟
3 اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے اور کافر کی کیا سزا ہے؟

جواب: 1 واضح رہے کہ جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں، وہ تو کافرِ اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ دینِ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہو جائیں، وہ "مرتد" کہلاتے ہیں اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں، لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں تحریف کر کے انھیں اپنے عقائدِ کفریہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کریں، انھیں "زندیق" کہا جاتا ہے اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ ان کا حکم بھی "مرتدین" کا ہے بلکہ ان سے بھی سخت!

2 ختمِ نبوّت اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے، اس لیے جو لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدّعیٔ نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن و سنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدّعی پر چسپاں کرتے ہیں، وہ زندیق ہیں۔

3 مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے، لیکن اگر وہ توبہ قبول نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے۔
جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبسِ دوام (عمر قید) کی سزا دی جائے۔
زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہر حال واجب القتل ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں روایتیں منقول ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہر صورت قتل ہے، خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔
حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیوں کہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ قبول ہونے میں اختلاف ہے۔

کسی ملک کی شہریت کے حصول کے لیے اپنے کو "قادیانی" لکھوانے کا حکم

سوال: یورپ کے بعض ممالک کی حکومتوں کی یہ پالیسی ہے کہ وہ دوسرے ملکوں کے ان لوگوں کو سیاسی پناہ دیتے ہیں جو اپنے ملک میں کسی زیادتی یا امتیازی سلوک کے شکار ہوں۔ ہمارے کچھ پاکستانی بھی حصولِ روزگار کے سلسلے میں وہاں جاتے ہیں اور مستقل قیام یا شہریت حاصل کرنے کے لیے وہاں کی حکومت کو تحریری درخواست دیتے ہیں کہ وہ قادیانی ہیں اور پاکستان میں قادیانیوں سے زیادتی کی جاتی ہے، اس لیے ان کو وہاں پر سیاسی پناہ دی جائے۔ اس طرح وہاں پر قیام کرنے کی اجازت حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد ان کو وہاں کی شہریت بھی مل جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اگر سمجھایا جائے کہ اس طرح قادیانی بن کر روزگار حاصل کرنا شرعی طور پر گناہ ہے اور اس طرح کہیں وہ واقعی اسلام سے خارج نہ ہو جاتے ہوں، مگر ان کا جواب ہوتا ہے کہ وہ صرف روزگار حاصل کرنے کے لیے قادیانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ورنہ وہ

اب بھی دل وجان سے اسلام پر قائم ہیں۔

وہاں کی شہریت حاصل کر کے وہ پاکستان آکر یہاں مسلمان گھرانوں میں شادی بھی کر لیتے ہیں اور لڑکی والوں سے یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ لڑکے نے قادیانی بن کر غیر ملکی شہریت حاصل کی ہے اور لڑکی والے بھی اس لالچ میں کہ ان کی لڑکی کو بھی یورپ کی شہریت مل جائے گی، کوئی تحقیق نہیں کرتے، حالاں کہ لڑکے کے قریبی اعزّہ واقارب کو یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

1 اب جواب طلب امر یہ ہے کہ جو شخص اس طرح جھوٹ موٹ اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرے، تاکہ اس کو غیر ملکی شہریت مل جائے، اس کے اسلام کا کیا حکم ہے؟

2 کسی مسلمان لڑکی سے اس کے ہونے والے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو اب کیا کرنا چاہیے؟

3 اگر لڑکی کے والدین اور لڑکی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو تو کیا وہ بھی گناہ میں شامل ہوں گے؟

4 لڑکے کے وہ رشتہ دار جن کو سب معلوم ہونے کے باوجود لڑکی والوں سے بات چھپاتے ہیں، کیا وہ بھی گناہ گار ہوں گے؟

5 اگر یہ لڑکا اپنے اس عمل کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے نکل گیا ہے اور وہ اس پر نادم ہو جائے تو کیا وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا اور کیا کوئی کفارہ بھی دینا ہوگا؟

6 جو شادی شدہ آدمی وہاں جا کر یہ حرکت کرتے ہیں، کیا ان کا نکاح قائم رہتا ہے؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہیے، تاکہ ان کا نکاح بھی قائم ہو جائے اور وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو سکیں؟

جواب: واضح رہے کہ جو شخص جھوٹ موٹ کہہ دے کہ: ”میں ہندو ہوں یا عیسائی ہوں یا قادیانی ہوں۔“ وہ اس کہنے کے ساتھ ہی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔

ایسے شخص سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح نہیں ہوتا، اگر دھوکے سے نکاح کر دیا گیا تو پتا چلنے کے بعد اس نکاح کو کالعدم سمجھا جائے اور لڑکی کا عقد دوسری جگہ کر دیا جائے، چوں کہ نکاح ہی نہیں ہوا، اس لیے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔

جن عزیز واقارب نے صورتِ حال کو چھپایا وہ خدا کے مجرم ہیں اور اس بدکاری کا وبال ان کی گردن پر ہوگا۔

جس شخص نے نادانی کی وجہ سے ایسا کیا ہے اور وہ اب دوبارہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلان کر دیں کہ وہ قادیانی نہیں اور وہاں کی حکومت کو بھی اس کی اطلاع کر دیں اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدیدِ اسلام کے بعد نکاح کی بھی تجدید کریں۔

آڑو

حکیم شمیم احمد

آڑو کو عربی میں فوخ، فارسی میں شفتالو اور انگریزی میں Peach کہتے ہیں۔ آڑو کا نباتاتی نام Prunus Percica ہے۔ آڑو خوردنی پھل ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

1 چکیار

2 لمبی گول مخلوطی ہوتی ہے۔

آڑو کا مخصوص نام شفتالو ہے، درخت بھی اسی نام سے منسوب ہے۔ بہترین آڑو وہ ہے، جس کا پوست رنگا رنگ ہو اور گٹھلی آسانی سے جدا ہو جائے۔ مزاج سرد وتر، دوسرے درجہ میں مصلحِ شہد اور ادرک ہے۔ انسانی جسم کو روزانہ کی بنیاد پر کئی زہریلے مادّوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان ٹاکسن کا کام گردوں میں اضافی دباؤ ڈالنا اور نظام کو روکنا ہے۔ پوٹاشیم اور آڑو میں موجود غذائی ریشے کے ساتھ گردوں کو بہتر کام کرنے کی کمک حاصل ہے۔

ماہرین کی رائے: ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ آڑو کے غذائی اجزا دردناک السر کو بڑھنے سے روکتے ہیں۔ اگر آپ اپنے گردوں کی روایتی صفائی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ آڑو کو اپنی روزمرّہ کی غذا میں شامل کر لیں۔ اگر کوئی شخص وزن کم کرنے کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ روزانہ کھانے کے معمولات میں آڑو کو بھی شامل کر لے۔

آڑو کے بارے میں مشہور کہاوت ہے ”آڑو پیٹ کی جھاڑو“ کیوں کہ یہ ملین مقوی معدہ اور جگر ہے۔ جوشِ خون اور پیاس کو سکون بخشتا ہے۔ ذیابطیس صفراوی اور بخاروں میں مفید ہے۔ گٹھلی کا روغنِ بواسیر، کان کے درد اور بہرے پن میں مفید ہے۔ پتوں کو کوٹ کر پانی میں جوش دے کر پینے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ چرنوں کے لیے بچوں کی مقعد پر یہ روغن لگاتے ہیں۔

حکیم راحت نسیم سوہدروی صاحب نے آڑو کو مندرجہ ذیل الفاظ میں مفید بیان کیا ہے:

1 آڑو کا مزاج سرد وتر ہونے کی وجہ سے گرمی کی شدّت اور تپش سے پیدا ہونے والی جلن کو دور کرتا ہے۔

2 موسمِ گرما میں لو سے پیدا ہونے والی تپش جو صفراوی مزاج کے لوگوں کو ہو جاتی ہے، ختم کرتا ہے۔

3 خون کی رگوں کی سختی کو دور کر کے بلڈ پریشر کے دباؤ کو کم کرتا ہے اور قبض کشا اثرات رکھنے کی وجہ سے آنتوں کو صاف کرتا ہے۔ دائمی قبض کے مریض اگر اس کو باقاعدگی سے کھائیں تو اجابت بافراغت ہوگی۔

4 آڑو کو مسلسل دو ہفتے تک استعمال کیا جائے تو پیٹ کے کیڑے نہ صرف خارج ہو جاتے ہیں، بلکہ پیدا بھی نہیں ہوتے۔

5 نظامِ ہضم کو درست کرتا ہے۔ معدے کی تیزابیت کو ختم کرنے کے لیے اسے ہمیشہ غذا سے پہلے استعمال کرنا چاہیے۔

6 ذیابطیس کے مریضوں کے لیے ایک عمدہ غذا ہے، چناں چہ ایسے مریضوں کو اس کے درخت کے پتے سائے میں خشک کر کے استعمال کرنے سے ذیابطیس کا مکمل خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

7 اس کا چھلکا بھی توانائی بخشتا ہے، اس لیے اس کو ہمیشہ چھلکے سمیت کھانا چاہیے۔ ایسے عمر رسیدہ اشخاص جن کا معدہ کمزور ہو چکا ہو، انھیں آڑو ہضم کرنے کے لیے شہد استعمال کرنا چاہیے۔

8 آڑو منہ کی بدبو ختم کرنے میں بھی مفید ہے۔

منزل

این اے صدیقی

سورج مشرقی کنارے سے دھیرے دھیرے نمودار ہو رہا تھا۔ دور اُفق سے سورج کی کرنیں پھوٹ کر درختوں کی شاخوں کو چیر رہی تھیں۔ موسم کی خنکی رفتہ رفتہ تمازت میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

ایک بزرگ باریش نہر کے کنارے درخت کے موٹے تنے کا سہارا لیے عالمِ خیالات میں مگن تھے۔ ہاتھوں سے تسبیح کے دانے گرنے کی آواز اور لبوں سے نکلتی "حق ھو، اللہ ھو" کی سُریلی دُھن ماحول کو پُر نور بنا رہی تھی۔ زائر آہستہ آہستہ ان کے قریب جانے لگا۔

ایک ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ کر زائر نے سلام کیا۔ بزرگ نے دھیمی آواز میں سلام کا جواب دیا اور اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"اے نوجوان! کون ہو تم؟" سفید ریش نے نظریں اٹھائے بغیر سوال کیا۔

"مسافر!" زائر نے مختصر جواب کو ترجیح دی۔

"منزل کون سی ہے؟" بزرگ نے تسبیح کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جنّت!" زائر نے اُسی انداز سے جواب دیا۔

"منزل تک پہنچنے کی تیاری ہے؟" سفید ریش اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تیاری کے لیے ہمہ وقت کوشاں!" زائر نے زمین پر گرا ہوا تنکا اُٹھایا۔

"کوئی خاص عمل؟" بزرگ نے اسے گھورا۔۔۔

"نماز، روزہ، حج و زکوۃ، فرائض کا پابند ہوں۔" زائر تنکے سے زمین کو کھرچتے ہوئے بولا۔

"کیا یہی اعمال جنّت میں پہنچانے کے لیے کافی ہیں؟" بزرگ نے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"پوری اُمید ہے، ان شاء اللہ!" زائر نے سر اُٹھایا۔

"ہم قریبی بستی میں رہتے ہیں۔ خواہش ہے کہ آپ ہمیں میزبانی کا شرف بخشیں۔" زائر نے عاجزانہ درخواست کی۔ "ضرور، ان شاء اللہ!" سفید ریش نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"تین سو روپے کا آٹا دینا۔" گاہک نے آٹے کی طرف اشارہ کیا۔

زائر نے ایک تھیلی میں آٹا ڈالا اور نیچے بوری کے اوٹ میں رکھے ترازو میں تولنے کے بعد مطلوبہ وزن سے تھوڑا کم کر کے آٹا گاہک کو دے دیا۔

"چار صابن دینا۔" دوسرے گاہک نے آواز دی۔ زائر نے چار صابن اُٹھا کر گاہک کو دیے، جس پر سے اصل قیمت وہ پہلے ہی مٹا چکا تھا۔

زائر کا اس گاؤں میں بڑا جنرل اسٹور تھا، جس کی وجہ سے پورے گاؤں کے لوگ اسی اسٹور کی طرف کھنچے چلے آتے اور زائر اس مقبولیت کے عوض اپنی مَن چاہی قیمت وصول کرتا اور لوگوں سے ناجائز طریقے سے مال بٹورنے کی کوشش کرتا۔ لوگ مجبوری کے مارے شہر کی دوری کے باعث اسی سے سودا سلف خریدتے۔

آج پورا دن وہ سفید ریش بزرگ دکان میں اس کے ساتھ رہے اور زائر کی ہر حرکت کو غور سے نوٹ کیا۔ اذان سنتے ہی زائر دکان کا شٹر بند کر کے مسجد کا رُخ کرتا اور وہاں اطمینان سے نماز مکمل کر کے پھر دکان کھولتا۔ شام ڈھلنے کے بعد انھوں نے دکان بند کر کے عشا کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر اپنے گھر کی راہ لی۔

◆◆◆

"اماں! کھانا بھیج دیں۔" زائر نے تھکے انداز میں آواز دی۔

"زائر بیٹا! ذرا اِدھر آنا۔" اس کی امی نے جواباً اسے بلایا۔

"بیٹا! ہم تو کبھی پیاز، اچار یا روکھی سوکھی پہ گزارا کر لیتے ہیں، لیکن مہمان کے لیے تو کچھ بھیج دیتے۔ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے آلو کے۔۔۔ میں نے وہی مہمان کے لیے فرائی کیے ہیں۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اتنی کنجوسی کیوں کرتے ہو، کیا یہ سارا مال و دولت قبر میں لے جانا ہے؟" اس کی ماں نے پُر شکوہ لہجے میں شکایت کی۔

سفید ریش دروازے کے ساتھ کان لگا کر یہ سب باتیں غور سے سُن رہا تھا۔ جب زائر کمرے میں آیا تو سفید ریش نے اُسے اپنے ساتھ بٹھایا اور کھانے سے بلا تکلّف منع کرتے ہوئے بولا: "بیٹا! آج سارا دن میں نے آپ کے ساتھ گزارا اور آپ کے ہر قول و فعل پہ توجہ دی۔ کیا آپ جاننا چاہیں گے کہ میں نے کیا نتیجہ نکالا؟"

زائر نے اثبات میں سر ہلایا تو بزرگ نے مزید بات آگے بڑھائی۔ "ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہم ظاہری حلیہ کو پابندِ سنت بنا کر اور فرائض کی پابندی کر کے ہم اپنی منزل (جنّت) کو پالیں گے، لیکن میرے بیٹے ایسا نہیں ہے۔ خالق کی رضا مخلوق کی رضا پر منحصر ہے۔ ہم حقوق اللہ کو تو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی پابندی کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے بندوں کے حقوق کو ہم پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ان کے شکوے اور بددعائیں ہمارے سروں پہ منڈلا رہی ہوتی ہیں۔ اللہ معافی و بخشش کا بے بہا سمندر ہیں۔ وہ چاہیں تو اپنے حقوق معاف بھی کر سکتے ہیں، پر وہ اپنے بندوں کے حقوق معاف نہیں کرتے۔ اس کی پکڑ کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے کہ جب تک وہ بندہ اُسے معاف نہ کر دے تو اللہ اسے معاف نہیں فرماتے۔ بیٹا! یہ بھی تو دیکھو کہ ہمارے نبی آخر الزّماں ﷺ نے ہمیں صرف نماز، روزہ، حج اور زکوۃ نہیں سکھائی، بلکہ زندگی کے تمام معاملات کی تعلیم دی اور بندوں کے حقوق کے بارے میں زیادہ تلقین کی ہے۔ ناپ تول میں کمی سے منع کیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ ہمیں صرف ظاہری اور باطنی تمام اعمال سکھانے کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ ان کی پوری سیرت ہمارے لیے نمونہ ہے۔ ہم جب ان کی سیرت کو کامل طور پہ اپنائیں گے، تبھی ہمیں منزل ملے گی، وگرنہ ہم بیچ میں لٹکے رہ جائیں گے۔"

اتنا کہہ کر سفید ریش خاموش ہو گئے اور زائر کی طرف متوجہ ہوئے جو اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔

"آپ کی ہر بات میں نے ذہن نشین کر لی ہے۔ ان شاء اللہ! آیندہ میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق کا بھی پورا خیال رکھوں گا۔"

بہار آئی ہے

انیسہ عائشہ

شاہ میر کا اپنے تینوں بہن بھائیوں میں سب سے آخری نمبر تھا۔ بڑے بھائی جان اور باجی کی شادی ہو چکی تھی۔ اس کی ملازمت کی نوید ملتے ہی اس کی ماں اور بہن نے اس کے لیے لڑکیاں تلاش کرنی شروع کر دی تھیں۔ سال ہونے کو آیا تھا، مگر ان کی تلاش مکمل ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی کہ شاہ میر نے عشنا کا نام لے کر ان کی مشکل آسان کر دی۔ خوب صورت اور معصوم سی عشنا امی اور باجی کو بھی بھا گئی۔ عشنا بھی بی۔اے کے امتحانات دے کر فارغ ہوئی تھی کہ اس کا رشتہ آ گیا۔ اس کی ماں نے خوب کہا کہ ابھی عشنا کچھ گھر کے کام کاج سیکھ لے، اسے کچھ نہیں آتا۔ مگر نفیسہ بیگم ان کے سر ہی ہو گئیں تو ان کے روز بروز کے اصرار اور محبت کو دیکھتے ہوئے انھیں ہاں کرتے ہی بنی۔ عشنا ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اتنی پیاری اور من موہنی صورت والی عشنا کے کئی رشتے آ چکے تھے اور پچھلے کئی سالوں سے وہ ٹالتے آ رہے تھے، مگر شاہ میر کا رشتہ ہر لحاظ سے مثالی تھا۔ چھوٹی فیملی، تعلیم یافتہ، خوب رو سا شاہ میر، حسّان صاحب (عشنا کے والد) نے اچھی طرح تسلی اور دیکھ بھال کر ہاں کا عندیہ دے دیا۔

جب عشنا رخصت ہو کر آئی تو اس پر ایسا روپ آیا کہ وہ سُرخ عروسی لباس میں کھلتا گلاب لگ رہی تھی۔ محلے بھر کی عورتوں نے خوب تعریفیں کیں اور اس کی ساس کی پسند کی خوب داد دی کہ ”پہلی بہو سے کہیں زیادہ پیاری ہے“ اور چاند سورج کی جوڑی ہے۔ وغیرہ وغیرہ، تو ان کا سر فخر سے اونچا ہوتا چلا گیا، مگر اس سب سے ان کی بڑی بہو جمیلہ کے دل میں پھانس سی گڑ گئی تھی۔ اسے یہ سب کچھ نہیں بھا رہا تھا۔ تین ماہ تک تو انھوں نے اس سے کوئی کام نہ کرایا، نئی دلہن کے چاؤ چونچلے اٹھائے۔ عشنا شاہ میر کی محبت اور ساس کی اس پذیرائی کو پا کر بہت خوش تھی۔ شادی سے پہلے کے سارے خدشے اور واہمے ہوا ہو گئے تھے۔ تین ماہ پورے ہوتے ہی ساس ماں نے دونوں بہوؤں میں کام بانٹ دیا۔ عشنا کے حصے میں شام کا کھانا آیا تھا۔ عشنا نے تو کبھی آملیٹ بھی نہ بنایا تھا، کجا کے سارے افراد کے لیے کھانا بناتی۔ ساس امی کی مدد کی تاکید کے باوجود جمیلہ جان بوجھ کر اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی اور پھر وہ ہو گیا جو عشنا کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

شام کو شاہ میر آفس سے لوٹا تو سب کو ڈرائنگ روم میں بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ”خیریت؟؟؟“ اس نے پوچھا۔ ”تمہارے ہی انتظار میں بیٹھے ہیں ہم سب۔“ جواب امی کی جانب سے آیا تھا۔

”باہر سے کھانا لا دو۔“

”کیوں آج گھر میں کھانا نہیں بنا کیا؟“ اس نے حیرت سے سوال کیا۔

”بنا تو تھا، مگر اس کو کھانے کے قابل نہیں کہا جا سکتا۔“ اس بار جواب جمیلہ بھابھی کی طرف سے آیا تھا۔

”آج عشنا کی باری تھی۔“ شاہ میر نے ایک نظر سر جھکائے بیٹھی عشنا پر ڈالی اور خاموشی سے کھانے کا آرڈر دینے چلا گیا۔

ڈری سہمی عشنا کی شرمندہ شرمندہ سی صورت دیکھ کر شاہ میر کو اس پر غصے ہونے کی بجائے پیار آیا تھا۔ اس کی تسلی آمیز باتوں نے فی الوقت عشنا کو پُر سکون کر دیا تھا، مگر کب تک! چند ہی دنوں میں نفیسہ بیگم نے ایک محاذ کھڑا کر دیا تھا۔ شاہ میر جانتا تھا ان کا گھرانہ شروع سے خوش خوراک تھا۔ اماں کے ہاتھ میں ذائقہ بہت تھا اور کچن ان کی پسندیدہ جگہ تھی۔ خوش قسمتی سے ان کی بہو جمیلہ بھی کھانے پکانے میں ماہر تھی۔ سو اچھا گزارا ہو رہا تھا، مگر عشنا کی کھانے پکانے سے ناواقفیت نفیسہ بیگم کو گراں گزری تھی۔ نفیسہ بیگم کا یہ رویہ عشنا کے لیے حیران کن تھا، وہ اس کو پھوہڑ، نالائق اور نہ جانے کیسے کیسے القابات سے نوازتیں اور باقاعدہ تأسف کا اظہار کرتیں کہ وہ کیوں اس کی حسین صورت پہ مر مٹیں۔ دو ہی ہفتوں میں اس کی صورت کملا گئی تھی۔ اتنی خاموش جیسے قوّتِ گویائی کہیں رکھ کہ بھول بیٹھی ہو، روئی روئی آنکھیں۔ اس کی ذہنی ابتری کو دیکھ کر شاہ میر نے سوچا کہ وہ میکے چلی جائے، تاکہ تبدیلی ماحول سے اس کی طبیعت پر فرق پڑے۔ اس نے عشنا کو تیار ہونے کا کہا اور خود نفیسہ بیگم کو بتانے چل دیا۔

”امی! میں عشنا کو میکے لے کر جا رہا ہوں۔“

نفیسہ بیگم بولیں: ”ہاں ہاں چھوڑ آؤ اسے اس کی ماں کے گھر اور ان سے کہنا کہ تب ہی بھیجیں جب اسے کھانا پکانا سکھا دیں۔“ امی کے ہاں پہنچ کر اس نے کئی بار کوشش کی کہ وہ کچن میں جا کر کچھ پکا سکے یا امی سے سیکھ سکے، مگر امی نے چاہ اور پیار سے اسے کچن میں جانے ہی نہ دیا کہ وہ دو چار دن کی مہمان ہے۔ تین چار دن بعد ہی اسے واپس دیکھ کر نفیسہ بیگم غضب ناک ہو گئیں۔

”شاہ میر! میں نے تم سے کیا کہا تھا۔“ اور وہ بے بسی سے ”امی“ کہہ کر رہ گیا۔ نفیسہ بیگم نے بیٹے کی اس حکم عدولی کو دیکھ کر یہ حل نکالا کہ ان کو الگ کر دیا جائے۔ یوں شاہ میر اور عشنا اوپر والے پورشن میں شفٹ ہو گئے، جب کہ انھوں نے نچلے پورشن میں جمیلہ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ اس اقدام سے انھیں ذہنی سکون تو مل گیا تھا، مگر مشکل یہ تھی کہ عشنا کو واقعی کچھ کھانا پکانا نہیں آتا تھا۔ وہ سیکھنا چاہتی تو کس سے سیکھتی (اپنی ماں کو اس نے ابھی تک اس ساری صورتحال سے بے خبر ہی رکھا تھا)۔ نتیجتاً موٹی، کچی پکی روٹیاں اور بدذائقہ سالن اور کبھی باہر کے کھانے کھا کھا کر شاہ کا دل بھر گیا تھا۔ نفیسہ بیگم کو غصہ بھی تھا، مگر بیٹے سے پیار بھی تھا۔ سو انھوں نے اسے صبح کا ناشتا نیچے آ کر کرنے کی پیشکش کر دی تھی۔ اب شاہ میر کو ناشتے کے ساتھ ساتھ امی اور بھابھی کے ملامتی اور تأسف بھرے مکالمے اور خیالات کو بھی ہضم کرنا پڑتا۔

باجی جان کے ہاں چوتھے بچے کی ولادت متوقع تھی۔ کچھ پیچیدگیوں کی وجہ سے ان کی طبیعت بگڑ رہی تھی۔ وہ اکیلی رہتی تھیں اور ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا، ان کی بپتا سن کر نفیسہ بیگم کی ممتا

نے جوش مارا اور وہ سامان باندھ کران کے پاس روانہ ہو گئیں۔ آج صبح وہ ناشتا کرنے نیچے آیا تو قریب بیٹھی احمد کو ناشتا کرواتی ہوئیں بھابھی ہمدردی بھرے انداز میں بولیں: ”شاہ بھائی کب تک اس طرح چلتا رہے گا۔ تم کب تک یوں ہی گھر کے کھانے سے محروم رہو گے؟ عورت کو گھرداری ہی نہ آئے تو وہ بیوی کیسی۔۔۔“ جواباً اسے خاموش پاکران کا حوصلہ بڑھا۔

”میں تو کہتی ہوں تم دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے۔“ شاہ میر کی ضبط کی انتہا یہیں تک تھی۔

”بس بھابھی! بہت ہو گیا، بہتر ہو گا کہ آپ اس معاملے سے دور رہیں۔“ وہ سرخ چہرہ لیے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ جمیلہ بدمزہ ہو کر رہ گئی اور ناشتا کرتے ہی وہ اوپر عشنا کے پاس چلی آئی۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ مدعے پہ آ گئی۔

”آہ! یہ مردوں کی محبت بھی ناچار دن کی چاندنی کی طرح ہوتی ہے، کہاں تو شاہ میر نے خود تمہارا نام لے کر پسند کی شادی کی تھی اور کہاں اب اتنی جلدی بے زار بھی ہو گیا۔“ ان کا انداز بڑا ہمدردانہ تھا۔ وہ بڑی رازداری سے اس کی طرف جھک کر بولیں۔ ”کچھ خبر بھی ہے تمہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ امی باجی کی بیماری کے بہانے کیا خبر شاہ میر کے لیے لڑکیاں ڈھونڈ رہی ہوں۔“ اور عشنا کے چہرے پہ در آنے والے شاک کے تاثرات دیکھ کر اس کے صبح سے جلتے دل پر ٹھنڈی پھواریں پڑی تھیں۔ وہ اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں، مگر عشنا کا دماغ تو ایک ہی جملے پہ اٹک کر رہ گیا تھا ”دوسری شادی۔۔۔“

وہ آفس پہنچا تو سخت پریشان تھا۔ ایک عجیب سا ذہنی تناؤ اسے گھیرے میں لیے ہوا تھا۔ لنچ بریک میں بھی وہ خاموش خاموش سا تھا۔ ذوہیب لنچ اٹھائے اس کے پاس چلا آیا۔

”لاڈلے! تیرا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟ لے تو یہ میرے کنوارے ہاتھوں کے بنے ہوئے کباب چکھ۔“ ذوہیب نے مزاحیہ انداز میں اس سے کہا۔

”ارے کنوارے بھائی! کہاں سے سیکھا تو نے یہ سب۔“ شاہ ویز نے اسے لقمہ دیا۔

”کہاں سے سیکھنا ہے بھئی! یوٹیوب کس مرض کی دوا ہے۔ شروع شروع میں تو ایسے بدمزہ اور بدذائقہ کھانے بنتے تھے کہ پالتو کتے اور بلی بھی منہ موڑ لیتے تھے۔ یہ تو یوٹیوب کا شکریہ، جس نے ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سکھا دی۔ اب تو سب کچھ بنا لیتا ہوں۔“ سب اس کی روداد سن کر مسکرا رہے تھے، جب کہ شاہ میر کے دماغ میں یک دم سے جھماکا ہوا گویا اس کی اُلجھن کا سرا مل گیا ہو۔ یک بارگی پریشانی اور دباؤ کا غبار اڑتا چلا گیا۔

وہ گھر پہنچا تو اسے عشنا دکھائی نہیں دی۔ عشنا عشنا! اس نے اسے پکارا۔ اس کے سُتے چہرے کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے عشنا کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ ”کیا ہوا، خیریت؟“ اس کا نرم لہجہ سن کر وہ سسک اٹھی۔

”میں بہت پھوہڑ ہوں اور۔۔۔ اور امی۔۔۔ آپ کے لیے۔۔۔!“ اس سے آگے اس سے بولا ہی نہ گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

”اوہ ہو! بس اتنی سی بات، یہ کوئی رونے کی بات ہے۔ چلو آنسو پونچھو اپنے۔“ وہ بے اختیار اسے تھپکی دیتا دلاسہ دے رہا تھا۔

”آؤ! میں تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔“ وہ اس کا ہاتھ تھامے کچن میں لے آیا۔ اس نے موبائل نکالا اور سب سے آسان آلو کی ٹکیوں کی ترکیب نکالی۔

”آؤ! آج ہم یہ پکاتے ہیں۔“ جب وہ بن کر تیار ہو گئیں تو ذائقہ بس مناسب تھا۔

”کوئی بات نہیں، آج پہلا دن تھا۔“ اس نے عشنا کو اپنا موبائل دے دیا تھا۔ عشنا کو اک نئی دلچسپی مل گئی تھی۔ وہ یوٹیوب پہ کھانے پکانے کی نئی نئی ترکیبیں دیکھتی اور انھیں اپنی مدد آپ کے تحت بنانے کی کوشش کرتی۔ اس سب میں شاہ میر نے بہت ساتھ دیا تھا۔ ہر چیز شاہ میر کی بدولت اسے دستیاب ہوتی۔ اس کی حوصلہ افزائی عشنا کا خود پر اعتماد بڑھاتی۔ اس ساری جدوجہد کا ہی نتیجہ تھا کہ جب اس نے بریانی بنائی تو وہ خود حیران رہ گیا۔ اتنی خوش شکل اور خوش ذائقہ بریانی! صرف ڈیڑھ ہفتے میں اتنی ترقی! وہ اس کی ذہانت کا دل سے قائل ہو گیا۔ عشنا خوشی خوشی خوش بو اڑاتی بریانی نیچے بھابھی جمیلہ کو دینے آئی۔

”بھابھی! یہ میں نے خود بنائی ہے۔“ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ جمیلہ کے چہرے پہ ذومعنی مسکراہٹ تھی اور دل ہی دل میں کہہ کر رہ گئی۔ ”بی بی بے وقوف کسی اور کو بناؤ، جیسے میں نہیں جانتی نہ جانے کس نئے ہوٹل کی سوغات کو اپنا نام کر کے لے آئیں۔“

باجی کے ہاں بیٹا ہوا تھا۔ امی اور باجی آ رہی تھیں۔ شاہ میر نے سب گھر والوں کی دعوت رکھ لی کہ ان ڈیڑھ دو ماہ میں عشنا کھانا پکانا اچھی طرح سیکھ گئی تھی، مگر عشنا بہت ڈر رہی تھی کہ اگر کچھ خراب ہو گیا تو۔۔۔

”ارے کچھ بھی نہیں ہو گا، ہمت رکھو۔“ عشنا آج صبح ہی سے تن دہی سے دعوت کی تیاری میں لگی تھی۔ ساتھ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی جاری تھیں۔

آخر خدا خدا کر کے وقت طعام آ پہنچا۔ دعوت میں سسرال والوں کے ساتھ ساتھ اس کے امی ابو بھی مدعو تھے۔ مردوں کے لیے مہمان خانے میں کھانا لگایا گیا اور عورتوں کے لیے اندر دسترخوان چن دیا گیا۔ کئی طرح کی ڈشیں، سلاد رائتہ، مشروب اور رنگ برنگی مختلف قسم کی ہاتھ سے بنی چٹنیاں، نفاست سے سجا ہوا دسترخوان دیکھ کر ساری خواتین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کھانا جتنا خوش شکل تھا، اتنا ہی خوش ذائقہ اور لذیذ بھی تھا۔۔۔

کھانے کے بعد عشنا کی امی نفیسہ بیگم سے گویا ہوئیں۔ ”آپ کا بہت شکریہ، آپ نے جیسا کہا ویسا ہی کیا۔ میری بیٹی بہت خوش نصیب ہے کہ اسے آپ جیسی ساس ملی۔ میں نے جب اسے رخصت کیا تھا، تب یہ کچھ کھانا پکانا نہیں جانتی تھی اور اب آپ کی صحبت نے اسے کیسا طاق کر دیا ہے۔“ ان کے لہجے میں تشکّر اور احسان مندی تھی۔ نفیسہ بیگم نظریں چرا گئیں۔ مہمان چلے گئے باقی سب نیچے آ گئے۔ نفیسہ بیگم عشنا کی اچھی تربیت اور نیک طبیعت کی قائل ہو گئی تھیں کہ کیسے اس نے ان کا پردہ رکھ لیا تھا۔ ان کا ضمیر انھیں ملامت کر رہا تھا، باقی برین واشنگ باجی نے جمیلہ اور انھیں بٹھا کر نرمی سے سمجھایا۔ انھیں قائل کرنے کا فن آتا تھا، سو دونوں خواتین مرعوب ہو گئیں۔ دل صاف ہوئے تو دماغ کے جالے بھی ہٹتے چلے گئے۔ باجی نے عشنا کو بلا بھیجا اور تھوڑی ہی دیر میں مطلع صاف ہو گیا اور اب سب خواتین لاؤنج میں بیٹھی چائے اور دیگر لوازمات سے جو کہ جمیلہ اور عشنا دونوں نے مل کر تیار کیے تھے، لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ ساتھ میں زور و شور سے گفت گو بھی جاری تھی۔ کئی گھنٹے گزرنے کے باوجود عشنا کی واپسی نہ ہوئی تو شاہ میر کو کوفت ہونے لگی۔ موبائل کی تیز بپ پہ باتوں میں مگن عشنا کا ارتکاز ٹوٹا۔ یہ رِنگ صرف شاہ میر کے نمبر سے منسوب تھی۔ اس نے میسج کھولا۔ ”عشنا اوپر آؤ، وہ آئی ہے۔“ وہ معذرت کرتی اوپر چلی آئی۔

”کیا ہوا کون آئی ہے؟“ ساتھ میں ٹائپنگ بھی جاری تھی۔

”بہار آئی ہے۔“ وہ اوپر پہنچ چکی تھی۔

”کہاں ہے؟ کدھر آئی ہے؟“ اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

”اب بہار آ گئی ہے۔“ شاہ میر نے معنی خیزی سے کہا تو وہ اس کا اشارہ پا کر مسکرا دی۔

”حقیقت میں تو آپ کے میری زندگی میں آنے سے بہار آئی ہے۔ آپ بہت اچھے ہیں، اگر آپ قدم قدم پر میرا ساتھ نہ دیتے تو آج میں اتنی معتبر کیسے ہو پاتی۔۔۔“ تشکّر سے اس کی آنکھیں بھیگتی دیکھ کر شاہ میر اس کی بات کاٹ گیا۔

”ارے ارے اتنی شیرنی! میرا شوگر لیول بڑھانے کا ارادہ ہے کیا۔ دیکھو بیگم! میں اتنی کم عمری“ میں شوگر کا مریض نہیں بننا چاہتا۔“ وہ کم عمری پہ زور دیتا مصنوعی گھبراہٹ طاری کرتا ہوا بولا تو عشنا اس کے پُرمزاح انداز میں کھلکھلا کر ہنس دی اور چمن میں بہار بکھرتی چلی گئی۔

ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

شمائلہ شکیل

"معذرت! ہم آپ کی بیوی اور بچی کو نہیں بچا سکے۔" ڈاکٹر نے تھکے تھکے انداز میں آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے شخص کو اطلاع دی۔

اس نے چپکے سے آنکھیں کھول کر گہری نیند سوئے شوہر کی طرف دیکھا اور دھیرے سے اٹھ بیٹھی۔ قریب ہی پالنے میں تقریباً ڈیڑھ ماہ کی بچی محوِ خواب تھی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں گلابی کمبل اوڑھے، ہلکی سی مسکان لیے وہ کوئی پرستان کی شہزادی ہی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے جھک کر احتیاط سے بچی کو اٹھایا اور دبے قدموں کمرے کی دہلیز پار کر گئی۔ یہ اماوس کی تاریک اور ٹھٹرتی رات تھی۔ وہ بکھرے بال، وحشت زدہ چہرہ اور ہر جذبے سے عاری آنکھیں لیے لوہے کی باریک نوک دار سلاخ سے پھول سی بچی کے سینے پر پے در پے وار کر رہی تھی۔ بچی کی چیخیں ہر سو گونج رہی تھیں۔ خون بہہ رہا تھا۔ آخر کب تک؟ معصوم شور تھم گیا۔ سانسوں کی ڈوری ٹوٹ گئی۔ کمرے کے دروازے میں کھڑا شخص پتھرائی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کی زبان گنگ اور پاؤں زمین نے جکڑ رکھے تھے۔

"تم! قاتل ہو۔۔۔ مار دیا تم نے اسے بھی۔۔۔ دیکھو! اس کا سینہ بھی ایسے ہی لہولہان ہے، جیسے تم نے زہر میں بجھے تیروں سے میرا کلیجہ چھلنی کیا، تم مجرم ہو ہم دونوں کے۔" وہ خون آلود ہاتھ لیے چیختی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور جھنجھوڑنے لگی۔

وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ جنوری کی سخت سردی میں بھی پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا اور پیاس کی شدّت سے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ اسے مسلسل یہ خواب دیکھتے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ اپنی متاعِ عزیز کھوئے بھی تو تیسرا ہی دن تھا، اگرچہ وہ متاع کھو جانے کے بعد ہی عزیز ہوئی تھی، اس پر کیا ہر ظلم یاد آ رہا تھا۔

وہ بہت حسین تھی اور اس کا دل تو اس سے بھی زیادہ خوب صورت تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہو جایا کرتی تھی۔ اس شوخ و چنچل لڑکی نے میرے روکھے پھیکے اور طنزیہ انداز دیکھ کر سادگی کی چادر اوڑھ لی تھی۔ میں سمجھ ہی نہ پایا یا شاید سمجھنا ہی نہ چاہا کہ وہ تو رنگوں، خوشبوؤں اور پھولوں کی دل دادہ ایک نازک سی تتلی تھی، جسے میں نے مٹھی میں قید کر کے اس کے سارے رنگ چرا لیے، اُڑان چھین لی اور پر نوچ ڈالے۔

مجھے ناشتا دے کر وہ کافی دیر سے بیٹھی گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو گھورتے ہوئے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں سے کچل رہی تھی۔ میں بظاہر انجان بنا اس کی بے چینی نوٹ کر رہا تھا۔

"وہ۔۔۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں دیکھنے چلی جاؤں؟" جب میں اُٹھ کر جانے لگا تو وہ ہچکچاتے ہوئے آنکھوں میں اُمید کے دیپ جلائے سراپا التجا بن گئی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے، چپ چاپ گھر بیٹھو۔" میں نے کٹھور پن کی انتہا کر دی اور اس کی آنسو بھری نظروں کو اَن دیکھا کر کے آفس کے لیے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب اس کے بھائی کی ہسپتال سے کال آئی کہ

"بھائی! امی کا انتقال ہو گیا ہے، آپ عشال کو لے کر آ جائیں۔"

ہماری چھ سالہ رفاقت میں مجھے نہیں یاد کہ کوئی ایسا لمحہ آیا ہو، جب میں نے اسے کوئی خوشی دی ہو۔ ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک رات سونے سے پہلے میری نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے لفافے پر پڑی، میں نے کھول کر دیکھا تو عشال کی HCG ٹیسٹ رپورٹ تھی اور تھی بھی پوزیٹیو! ایک طویل عرصے بعد ملنے والی یہ خبر بھی مجھے اس کے لیے نرم نہ کر سکی، میرا رویہ وہی رہا بات بے بات غصہ، طعنے اور بے حسی۔ اس کی صحت دن بدن گرتی رہی اور مجھے خبر تک نہ ہوئی۔

"اُسید بھائی! کل آپ عشال بھابی کو لے کر میرے کلینک آ جائیں، مجھے ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" میرے ایک قریبی دوست کی بیوی نے کہا جو رات ہم سے ملنے آئے تھے۔

لہٰذا اگلے دن مجبوراً میں عشال کے ساتھ ڈاکٹر کے سامنے موجود تھا، اس نے عشال کے کچھ ضروری ٹیسٹ کروائے۔

چند دن بعد ڈاکٹر نے مجھے دوبارہ بلایا اور کہنے لگی: "اُسید بھائی! بھابھی کو دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ ان کا خاص خیال رکھیں، وہ بہت کمزور ہیں، ان کی مینٹل ہیلتھ بھی ڈسٹرب ہے، انھیں خوش رکھنے کی کوشش کریں، ورنہ کوئی بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات کو بھی ہوا میں اُڑا دیا، وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ وہ اور زیادہ خاموش اور نڈھال رہنے لگی، میں اس پر بھی اسے نخرے اور ڈرامے کرنے کے طعنے دینے کا کوئی موقع نہ چھوڑتا اور وہ مجھے خالی خالی نظروں سے تکتی رہتی۔ ایک دن ایک ضروری فائل گھر رہ گئی، میں بھاگم بھاگ گھر پہنچا، کمرے میں داخل ہوتے ہی میری پہلی نظر اس پر پڑی، وہ ہوش سے بیگانہ ٹھنڈے فرش پر گری ہوئی تھی۔ میں نے اسے آوازیں دیں، ہلایا، چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، لیکن سب بے سود رہا۔ میں اسے لے کر بھاگم بھاگ ہسپتال پہنچا، اس کا شوگر لیول اور بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر چکا تھا، خون بھی بہت کم تھا۔ میں نے خون کا بندوبست کر لیا، لیکن وہ مجھ سے بہت ناراض ہو چکی تھی، اتنی کہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور چلی گئی، میری بے اعتنائیوں نے اسے مار دیا، وہ اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لے گئی اور میں اکیلا رہ گیا اپنے کیے کے پچھتاوں پر سلگنے کے لیے! اس کے جانے کے بعد ایک دردناک حقیقت کھلی کہ وہ مجھے اپنا اسیر بنا گئی ہے۔ اب میں ہوں، جگہ جگہ بکھری اس کی یادیں اور اذیت ناک خواب ہیں۔۔۔!!

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

سستی روٹی پراجیکٹ

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

5 روپیہ صرف عزت نفس کی خاطر

سپر فائن آٹا براہ راست بیت السلام ویئر ہاؤس بھی پہنچا سکتے ہیں کم سے کم 50 کلو

راہِ شوق

ام محمد سلمان

یہ ان دنوں کی بات ہے، جب دیورانی کے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتی تھی تو جمعہ کا دن خاص طور پر درود شریف کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر سبق یاد کرنے کے بعد سب ایک جگہ بیٹھ کر درود پڑھتے۔ بچوں کے دل میں شوق و عقیدت جگانے کے لیے ایک دن انھیں یہ احادیث سنائیں کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو؛ پس جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (بیہقی)

بچوں کے چہرے پہ حیرت اور شوق کے آثار دیکھ کر میں نے ایک اور حدیث بھی سنادی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اس دن کثرت سے درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔" (مسند احمد، ابوداوٗد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

"اس لیے بچو!! جمعہ کے دن تو خاص طور پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ ہم جو درود پڑھتے ہیں، اس کی وجہ سے قیامت کے دن خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کے علاوہ ہمارا درود شریف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور انھیں بتایا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں درود کا ہدیہ بھیجا ہے۔"

"ہائے اللہ! کیا سچ مچ تائی امی! کیا واقعی پیارے نبی ﷺ کو پتا چل جاتا ہے کہ کس نے درود بھیجا ہے؟" میری بات مکمل ہوتے ہی سمیہ نے بڑے شوق سے سوال کیا۔

"ہاں بیٹے! بالکل پتا چل جاتا ہے۔ ہم دنیا کے کسی بھی کونے سے درود شریف پڑھیں تو وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"کیسے پتا چلتا ہے؟ کون بتاتا ہے انھیں؟ کون پہنچاتا ہے وہاں تک؟" اس نے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔

"فرشتے بتاتے ہیں بیٹا! اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے درود و سلام ان تک پہنچاتے ہیں اور فرشتے انھیں بھیجنے والوں کا نام بھی بتاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میرے امتیوں کا درود و سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بھیجنے والے کا نام بھی بتاتے ہیں۔" میں نے تفصیل سے بتایا۔

"تو کیا میرا نام بھی بتائیں گے فرشتے کہ سمیہ نے آج درود پڑھا ہے؟"

"ہاں بالکل بتائیں گے بیٹا جی! کہ سمیہ بنتِ صلاح الدین نے آج درود شریف کا تحفہ بھیجا ہے۔"

"اور میرا نام بھی بتائیں گے نا تائی امی! کہ سمیکہ نے بھی درود شریف پڑھا ہے؟" اب کی بار بڑی والی نے سوال کیا۔

"ہاں بیٹے، سب کا بتائیں گے! جتنے لوگ بھی درود شریف پڑھیں گے۔۔۔!"

"ہائے اللہ! میں کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے تائی امی! لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ کا روضہ تو مدینے میں ہے نا!! تو فرشتے ہمارا درود مدینے لے جاتے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! مدینے ہی لے جاتے ہیں، وہیں تو مسجدِ نبوی ہے، جہاں روضۂ اطہر میں نبی پاک ﷺ ہیں۔ وہیں ان کی خدمت میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی بچی کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی، بلکہ سارے بچے ہی پُرجوش تھے کہ ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں، تاکہ فرشتے حضور کی خدمت میں نام لے لے کر ہمارا درود و سلام پیش کریں۔

اتنے میں سب سے چھوٹی مریم بھی چہکیں "تائی امی! فرشتے ہوائی جہاز میں مدینے جاتے ہیں کیا؟" ہائیں ہیں۔۔۔! یہ اتنی روحانی گفت گو اور فرشتوں کے پاکیزہ جھرمٹ میں ہوائی جہاز کہاں سے آ گیا؟ ہم نے دل میں سوچا، لیکن اس معصوم سے سوال پر ہنسی بھی بہت آئی۔

"بھئی مریم! فرشتوں کے تو اتنے پیارے پیارے پَر ہوتے ہیں نا! تو وہ پروں سے اڑتے ہیں۔ انھیں کہیں جانے کے لیے ہوائی جہاز میں سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"اچھا! (حیرت و استعجاب سے اچھا کو کافی لمبا کھینچا ہماری مریم نے، پھر کچھ دیر تک غور فرمانے کے بعد پوچھا)

"میرے پَر کیوں نہیں ہیں تائی امی؟"

"بھئی مریم آپ تو انسان ہیں نا!! انسانوں کے پَر تھوڑی ہوتے ہیں، پَر تو فرشتوں کے ہوتے ہیں۔" ہم نے دلیل سے سمجھایا، مگر محترمہ نے ہماری دلیل کو پانی میں ڈبو دیا، یہ کہہ کر کہ "میں فرشتہ کیوں نہیں تائی امی! مجھے بھی فرشتہ بننا ہے مجھے بھی پروں سے اڑنا ہے۔"

"مریم بیٹا! کس کو فرشتہ بنانا ہے اور کس کو انسان۔۔۔ یہ تو اللہ میاں طے کرتے ہیں نا!! تو اللہ میاں نے جس کو جو چاہے بنا دیا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" ہم نے حتمی بات کی۔

"تو مجھے ایک فرشتہ پکڑ کے دے دیں نا تائی امی! میں اس کے ساتھ کھیلوں گی۔"

"واہ بھئی! اوج کمال کو خواہش پہنچی ہے مریم کی!!" "بیٹا جی! جنت میں جا کر کھیلنا فرشتوں کے ساتھ!! ابھی آپ صرف درود شریف پڑھیں۔"

"پھر مجھے جنّت میں فرشتے ملیں گے نا!!؟" شک اور یقین کی ملی جلی کیفیت میں دوبارہ سوال پوچھا گیا۔

"ہاں بھئی! ضرور ملیں گے ان شاء اللہ!" ہم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پُرامید ہو کر جواب دیا، لیکن وہ تو آج ہمیں زچ کرنے پر تلی تھیں۔ فوراً بولیں: "پھر میں دو فرشتے لوں گی تائی امی!"

(یا اللہ!! ہم نے دونوں ہاتھوں میں سر تھاما، عجیب کشمکش میں پھنس گئے۔) "ہاں بھئی! جتنے بھی چاہییں ہوں، اللہ میاں سے لے لینا! اب درود شریف پڑھو بیٹھ کر، ورنہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔"

تب کہیں جا کر محترمہ سکون سے بیٹھیں اور درود شریف ﷺ کو اپنی توتلی زبان میں پڑھنے لگیں۔ (اللہ ہی جانے یہ درود سمجھنے اور لکھنے میں فرشتوں کو کتنی مشکلات پیش آئی ہوں گی!)

بچے تو پھر بچے ہوتے ہیں۔۔۔ ہر بات میں اپنے تصوّرات

اس کہانی کا بہترین عنوان منتخب کرنے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا عنوان منتخب کرنے کی آخری تاریخ 15 ستمبر ہے۔

بلاعنوان

عمارہ فہیم

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حمیرا! کیسی ہو آپ؟ اور یہاں کیسے؟"
نبیہا نے خوشی و حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ سوال کیا۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمدللہ! میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟"

عادت کے خلاف حمیرا نے بہت دھیمے اور سادہ سے انداز میں جواب دیا۔

کچھ دیر ادھر ادھر کی بات ہوتی رہی، نبیہا جس حمیرا کو جانتی تھی وہ بہت شوخ اور چنچل تھی۔ بات بے بات کھِل کھلا کر ہنسنا اور چہرے پر مسکراہٹ ہر دم رہنا اس کی شخصیت کا خاصہ تھی، مگر جس حمیرا سے اس وقت وہ مل رہی تھی وہ پہلے والی حمیرا سے مختلف تھی۔

"حمیرا! ایک بات پوچھوں؟" نبیہا نے بہت سوچ سوچ کر پوچھا۔

"میں جانتی ہوں آپ کیا پوچھنا چاہ رہی ہیں، آپ کو ہچکچانے کی ضرورت نہیں ہے جو پوچھنا چاہیں پوچھ سکتی ہیں۔" حمیرا کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا، بس ایک پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

"مطلب! آپ کیسے جانتی ہو کہ میں کیا پوچھنے والی ہوں۔" دوسری طرف نبیہا حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"آپ میری شادی شدہ لائف کے بارے میں، میرے بدلے انداز کے بارے میں پوچھنا چاہ رہی ہیں، ہو سکتا ہے آپ میری فکر میں یہ سوال کرنا چاہ رہی ہوں، لیکن مجھ سے یہ سوال کئی لوگ دن میں کئی مرتبہ پوچھ لیتے ہیں، بلکہ کئی تو ایسے ہیں جو جان بوجھ کر امی اور مجھے تکلیف دینے کی کوشش میں کڑوی باتیں کر جاتے ہیں، لیکن کیا کریں کڑوے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔"

"حمیرا! میں نے جس وقت سے آپ کو دیکھا تو بار بار یہی بات پریشان کر رہی کہ آپ پہلے والی حمیرا نہیں رہیں، کوئی بات ضرور ہے۔ انسان دو وجہ سے اتنی سنجیدگی اختیار کر لیتا ہے، ایک جب اس پر کوئی پریشانی یا مشکل آئی ہو اور حالات اسے اس موڑ پر لے آئیں اور دوسرا اپنی عمر کے ساتھ سنجیدگی آتی جاتی ہے اور آپ پر دوسری بات تو کہیں سے فٹ نہیں بیٹھتی، اس لیے ہو نہ ہو پہلی بات ہی ہے، جس نے آپ کی زندگی اور شخصیت کو بدل دیا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گی، آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میری زندگی نے مجھے ایسے سبق دیے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وقت نے مجھے وقت سے پہلے یا توڑ کر رکھ دیا ہے یا پھر یہ کہہ سکتی ہیں کہ مجھے بدل کر رکھ دیا ہے۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ مشکل لمحات کا دوسرا ذکر کرنا یا انھیں یاد کرنا اذیت سے کم نہیں ہوتا، لیکن میں چاہوں گی آپ کی زندگی میں جو ہوا اگر آپ بتانا چاہیں تو ضرور بتائیں، میں آپ پر بیتے لمحوں کو لکھنا چاہوں گی، شاید کسی کے لیے نصیحت بن جائیں یا کسی کو بچا لیں۔"

"اس میں چھپانے کے لیے کچھ نہیں اور رہی بات اذیت کی تو اب یہ سب مجھے اذیت نہیں دیتا، بلکہ اذیت مجھے لوگوں کی خود ترسی کی نگاہیں اور زہر میں ڈوبے جملے دیتے ہیں۔"

حمیرا کی آواز گیلی گیلی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے جہاں تک یاد پڑ رہا، آپ کی شادی کو ابھی سال بھی نہیں ہوا غالبًا!" نبیہا نے سوال کیا۔

"ہمم! سال تو نہیں ہوا، مگر ایسا لگتا ہے جیسے صدیاں ہو گئی ہوں۔ جانتی ہیں میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس کی ذمہ دار صرف میں خود ہوں۔ میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی اور اپنے پانچ بھائیوں کی لاڈلی بہن تھی۔ مجھے معلوم تھا میرے منہ سے نکلی بات کو سر آنکھوں پر رکھنے والے موجود ہیں، جو مجھے کبھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہمیشہ جو چاہا ملتا گیا، بس یہیں سے میری بربادی کی لکیر کھنچتی چلی گئی اور پھر ایک دن اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے سامنے ایک ایسی فرمائش رکھ دی، جسے شاید میرے ماں باپ پوری کرنا نہیں چاہتے تھے، کیوں کہ میں ان کی پڑھی لکھی خوب صورت اور لاڈلی بیٹی تھی اور دوسری طرف میری فرمائش میں مانگا گیا شخص خوب صورت تھا اور نہ پڑھا لکھا۔ ہاں! البتہ تھا وہ بھی تین بہنوں کا اکلوتا بھائی! بس ایک ہی چیز کامن تھی اکلوتا ہونا۔"

حمیرا کے چہرے پر اکلوتا لفظ بولتے ہوئے ایک عجیب سی درد بھری مسکراہٹ ابھری۔

گہرے سانس لے کر وہ ایک بار پھر بولنا شروع ہوئی۔

"اور پھر میری خواہش کے آگے میرے ماں باپ مان گئے اور اس شخص کے ساتھ بہت دھوم دھام سے میری رسم کی گئی۔ رسم کے کچھ دنوں بعد بھائی کو معلوم ہوا ان کا ہونے والا بہنوئی جیل کی ہوائیں کھانے گیا ہے۔ یہ سننا تھا ابو کو شدید غصہ آیا اور میرے سسرال جا کر بات ختم کر آئے۔

اور مجھے سمجھایا بجھایا کہ زندگی کو ایسے شخص کے ہاتھوں برباد نہ کرو، بالآخر میں بھی قریب ماننے والی ہی ہو گئی، لیکن کچھ دنوں بعد اس شخص کا فون اور میسج آنے لگے اور میں ایک بار پھر اس کے ہاتھوں کھلونا بننے کو تیار تھی۔"

"حمیرا! جب ایک بار سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور اس کے بارے میں ایسی باتیں سامنے آ گئی تھیں تو دوبارہ آپ کیسے ایسے شخص کی باتوں میں آ گئیں۔" نبیہا کی حیرت کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی، اب ہنسوں یا روؤں کیوں کہ یہاں بھی میری ہی غلطی تھی، جس وقت اس شخص نے دوبارہ رابطہ کیا تھا تب ہی بھائی یا ابو کو بتا دیتی تو اس سب سے نہ گزرتی، لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا تھا۔ یہ سب میرے نصیب میں لکھا جا چکا تھا۔"

"ہوا کیا تھا؟"

کی دنیا بسا لیتے ہیں۔۔۔ بس وہ چشم تصور سے دیکھتے کہ ہم نے درود پڑھا، فرشتوں نے تھال میں خوب صورتی سے سجا کے رکھا، اپنے سفید چمکیلے پروں کو فضا میں پھیلایا اور اڑتے ہوئے مدینے لے گئے۔۔۔!! کیا ہی حسین تصور ہے۔ وہ اسی تصور میں ڈوب کے محبت و عقیدت سے درود پاک پڑھتے رہے۔

پھر جب بھی جمعہ کا دن آتا، بچے اسی خوشی میں بڑھ چڑھ کر درود پڑھتے کہ گویا فرشتے ہمارے پاس کھڑے ہیں، جیسے ہی ہم اپنا درود مکمل کریں گے وہ ایک خوش بودار تھال میں سجائیں گے اور مدینے لے جائیں گے! ہر جمعہ کو باقاعدہ تجدید کی جاتی کہ "فرشتے ہمارا درود مدینے لے جائیں گے نا!!!" پھر اسی محبت اور شوق کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا عمل جاری رہتا۔

کاش! ہمارے اندر بھی یہ شوق و یقین کا جذبہ بیدار ہو۔۔۔ ہمارے شب و روز بھی درود پاک سے معطر ہو جائیں۔ کاش! ہمیں بھی یہ توفیق حاصل ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت و عقیدت میں ڈوب کر دن رات درودِ پاک پڑھا کریں۔ آمین! یارب العالمین!! اور جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے تو درود پاک ضرور پڑھنا چاہیے، کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ کنجوس اور بخیل وہ شخص ہے، جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ (ذرا سی زبان ہلا کے) مجھ پر درود شریف بھی نہ پڑھ سکے۔"

”یہ پوچھیں کیا نہیں ہوا تھا، جیل سے آنے کے بعد اس شخص کو جب علم ہوا کہ ہماری طرف سے رشتہ ختم کر دیا گیا ہے تو ایک کام تو اس کے گھر والوں نے یہ کیا کہ ہر دوسرے دن دکھڑے لے کر کبھی بہنیں کبھی ماں آتیں اور دوسری طرف اس شخص نے مجھے خوف و ہراس میں مبتلا کر رکھا تھا کہ اگر میں نے اپنے گھر والوں کو راضی نہ کیا تو میرے باپ بھائی کو نقصان پہنچائے گا اور میں بے وقوف اس ڈر سے نہیں نکل سکی اور اپنی حالت ایسی کر لی کہ اس بار میری حالت سے مجبور ہو کر سب کو راضی ہونا پڑا اور سب کو لگ رہا تھا کہ میری خوشی اور ضد ہے، اسی لیے مجھے دیکھنے کے لیے ساری تیاریاں بہت شاندار کی گئیں اور دھوم دھام سے رخصت کیا گیا، جہاں پھولوں کی سیج ہونی چاہیے تھی، وہاں کانٹوں کا بستر تھا۔ پہلے دن سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا گیا۔ بہنیں اور ماں تماشا دیکھتیں، جسمانی مار اور زخم تو ٹھیک ہو جاتے ہیں، لیکن جو روح پر زخم لگ رہے تھے ان کا بھرنا نہایت مشکل تھا۔ جب میکے جاتی سب میری پھیکی صورت اور دن بدن کمزور ہوتے وجود کو دیکھ کر پوچھتے تو میں کہتی کہ میں ٹھیک ہوں، خوش ہوں اور مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر ہمیشہ سب کو مطمئن کرتی، لیکن کب تک۔ اس شخص نے پہلے میری بھابھیوں سے بات کرنے پر پابندی لگا دی کہ وہ مجھے سکھاتی ہیں، پھر میری ماں سے بات کرنا بند کروا دیا، پھر تو سب کی بس ہو گئی اور ایک دن بھائی مجھے اس جہنم سے لے آئے۔ آج دو ماہ ہو گئے ہیں، مگر اب تک میری زندگی کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا کہ آیا جہنم کی زندگی دوبارہ لکھی جائے گی یا وہاں سے دائمی نجات ملے گی۔ آپ میرے لیے دعا کیجیے گا کہ مجھے سکون مل سکے اور جو غلطیاں میں کر چکی ہوں ان کی معافی بھی۔“

حمیرا کی زبان کو ایک بار پھر تالے لگ گئے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو کے بند ٹوٹ چکے تھے۔ وہ لڑکی جو کبھی بنا بریک سے ہنسا کرتی تھی، جس کے قہقہے گونجا کرتے تھے، آج وہ زار و قطار رو رہی تھی اور نبیہا کے پاس اسے تسلی دینے کو الفاظ نہیں تھے، لیکن اس نے بہت کوشش کر کے بس چند جملے کہے۔

”حمیرا! جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا، اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، لیکن میں چاہوں گی کہ جب میں یہ کہانی دوسروں تک پہنچاؤں تو وہاں یہ بھی موجود ہو کہ آپ نے اپنی زندگی کے ان سخت دنوں سے کیا سیکھا، شاید آپ جیسی جیسی کوئی اور حمیرا برباد ہونے اور ذہنی اذیت سے بچ سکے۔“

”میں کوئی موٹیویشن اسپیکر نہیں ہوں، جو لمبے لمبے لیکچر ریکارڈ کروالوں، میں اک عام سی لڑکی ہوں۔ میں نے کیا سیکھا؟ اس سے اب کیا فرق پڑتا ہے۔ ہاں! میری کہانی پڑھ کر باقی لوگ کیا سبق اخذ کرتے ہیں اور اس سبق سے کیا سیکھتے ہیں، فرق اس بات سے پڑتا ہے۔ میں اپنی ضد اور آنکھوں پر بندھی پٹی کی وجہ سے شیطان کے دھوکے میں آئی، لیکن کیا میری اس اذیت کو پڑھ اور سن کر میری جیسی دوسری لڑکیاں بھی اس دھوکے کا شکار ہوتی ہیں یا اپنی حفاظت کے لیے اسٹینڈ لیتی ہیں، یہ میں پڑھنے اور سننے والوں پر ہی چھوڑتی ہوں۔“

چند لمحے خاموشی سے سرکے پھر موضوعِ گفت گو تبدیل ہوا اور ماحول میں چھائی اُداسی آہستہ آہستہ دھواں بن کر اُڑنے لگی، مگر دل اندر سے اسی کیفیت میں گرفتار تھے۔۔۔!!

سوشل میڈیا کا ہماری زندگی میں کردار

راحمین ایاز

دورِ قدیم میں سوشل میڈیا کا نام و نشان نہ تھا، دورِ قدیم میں عامۃالناس قصے، کہانیاں سنانے کا ذوق رکھتے تھے اور اپنے اوقات کو کتابوں کے مطالعے کے ساتھ قیمتی بنانے میں مگن رہتے تھے اور آپس کے میل ملاپ کو معاشرے کا حق سمجھتے تھے۔۔ دورِ قدیم میں رابطوں کا ذریعہ خط و کتابت سے کیا جاتا تھا۔

بہر حال! آہستہ آہستہ یہ دور ترقی کی طرف گامزن ہونے لگا۔ ابتدا میں ٹیلی فون پھر اسمارٹ فون پھر انٹرنیٹ کی سہولت و فراوانی وجود میں آتی گئی، اس طرح سوشل میڈیا نے لوگوں کے دلوں اور دماغوں پر بسیرا کرنا شروع کر دیا۔

آج سوشل میڈیا ہماری زندگی کا اہم کردار ہے، اس کے ذریعے ہماری زندگی میں مثبت و منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں،

اگر سوشل میڈیا کے مثبت پہلو پر نظر ڈالی جائے تو اس کے ذریعے ہمیں بہت سی معلومات فراہم ہوتی ہے، کوسوں دور بیٹھے اپنے عزیز و اقارب سے مختلف ایپس کے ذریعے رابطہ قائم کرنا، خواتین کا گھر بیٹھے بزنس کرنا اور نِت نئے ہنر سیکھنا اور سکھانا سہل سے سہل تر ہوتا گیا۔

اور اگر سوشل میڈیا کے منفی پہلو پر نظر ڈالی جائے تو اس کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ ہر اِنس و طفل اپنے کمروں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے ایک انسان اپنے آپ کو وقت نہیں دے پاتا تو اپنی فیملی اور عزیز و اقارب کو وقت دینا تو محال ہے۔

افسوس صد افسوس! آج کی نوجوان نسل میڈیا کو اپنے فوائد کے لیے استعمال کی بجائے فضول ایپس پر اپنا قیمتی وقت ضایع کرتی ہے اور تعلیم و تعلّم میں بے زار نظر آتی ہے، جس کی وجہ سے بے چینی، ذہنی انتشار، ڈپریشن، نیند پوری نہ ہونا، جیسی بیماریوں میں مبتلا ہے۔

تو اس لیے حکومت کے ساتھ ساتھ والدین اور معاشرے کے ہر فرد کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہر شخص اپنا کردار آپ ادا کرے اور نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینا ضروری ہوگا، تاکہ ہماری اقدار، تہذیب و اخلاقیات کی حفاظت ہو سکے، سوشل میڈیا کا مثبت استعمال نوجوانوں کو ترقی و بلندی کی طرف لے جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس اس کا منفی استعمال پستی کی دلدل میں دھکیل سکتا ہے، سوشل میڈیا کو اگر قوم کی درست سمت میں رہنمائی کے لیے استعمال کیا جائے تو ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی متعدّد فحاشی و بے حیائی اور برائیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ!

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

2200+

یتیم بچے زیرِ کفالت

رہائش، خوراک، تعلیم و تربیت

Saiban

FOR ORPHANS

BAITUSSALAM

ضیوفُ الرّحمٰن

عائشہ محبوب

پہلی قسط

ضیوف الرّحمٰن، رحمٰن کے مہمان، رحمٰن اللہ کا وہ نام جس کا اطلاق دنیاو آخرت دونوں پر ہے، رحمٰن انتہائی مہربان ورحم کرنے والا، یعنی حد سے زیادہ مبالغہ ہے پھر دیکھیں تو ایک تو اللہ کا اتنا عالی شان اسم، پھر اس کی جانب نسبت اور نسبت بھی بطورِ عبد نہیں کہ عبدالرّحمٰن کہ ہر جگہ اللہ نے اپنی مخلوق انسان کو اپنا عبد قرار دیا۔۔۔ لیکن فقط ایک جگہ اپنی اس مخلوق میں سے اپنے ماننے والوں۔۔۔ مسلم اور مومن کو اپنے عالی شان اسم کی طرف نسبت کر کے اپنا مہمان کہا۔ مہمان! مہمان کیا۔۔۔؟ مہمان وہ جو کسی کے گھر اس سے ملنے جائے۔ عربی میں ضیف کے معنی پوشیدہ کے بھی ہیں، یعنی مہمان کے ساتھ وہ پوشیدہ رحمتیں، برکتیں، عافیتیں، سلامتیاں ہوتی ہیں جو میزبان کے گھر جا کر ظاہر ہوتی ہیں، اگر میزبان دل سے اپنے مہمان کا اکرام کرے، تب ہی تو اللہ نے مہمان کو رحمت قرار دیا۔ اپنی رحمت۔۔۔ پھر دیکھیں تو اپنے گھر کی زیارت کے لیے آنے والوں کو عبد کی جگہ اپنا ضیف فرمایا۔ دنیاوی مہمان کے لیے تو تین دن کی حد مقرر کر دی، مگر اپنے گھر کے لیے نہیں کیوں؟ کیوں کہ میزبان وہ خود اللہ ہے، جو اس پوری کائنات اور خود اپنے ضیف کا بھی مالک ہے۔ لکھتے بھی ایسا سرور مل رہا کہ ہمارا مالک ہو کر بھی ہمیں اپنا ضیف کہا۔ ہمارا مالک ایک تو اس کا اکرام، اس کی رحمتیں ہم بطورِ عبد بھی دیکھتے رہتے ہیں، لیکن بطورِ ضیف کے کیا کہنے، میں ایک بار یہ شرف 2008 میں حاصل کر پائی۔ عمرے کی سعادت جس وقت ملی عمر تو ٹین ایج تھی، مگر۔۔۔ اس وقت کی ایک بات کہ الحمد للہ وہاں مانگی گئی ہر ہر دعا قبول ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین، ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! پھر واپسی کے بعد یوں ہوا کہ تڑپ مزید بڑھ گئی۔ ہر سال ربیع الاول، مارچ، اپریل کے مہینے میں یہ تڑپ ایسی عجیب ہوتی کہ دنیا ومافیہا کا ہوش نہ رہتا، بس بات بے بات آنسو، گویا آنسوؤں کی تڑپ انتہائی ہوتے ہوتے۔۔۔ ہوتے ہوتے میری سب سے چھوٹی بیٹی کی پیدائش ہوئی۔ بیٹی۔۔۔ بیٹیاں ویسے ہی رحمت ہوتی ہیں اور الحمد للہ، ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ہر بیٹی کی پیدائش پر میں نے اللہ کی رحمتوں کے مشاہدے کھلی آنکھوں سے کیے۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی کی پیدائش سے قبل میں نے صاحب سے کہا: بیٹی ہوئی تو ہم نام اُمِّ ابیھا رکھیں گے اور صاحب کو ابیھا کا پس منظر بھی بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا لقب تھا اور انھیں تو چاہیے ہی بیٹی تھی کہ تیسری بھی بیٹی ہو۔ میں زمانۂ حمل میں انتہائی برے ایکسیڈنٹ کا شکار ہوئی۔ مین روڈ پر چلتی بائیک پر سوار تھی اور میرا بیٹا محمد جو اس وقت چار سال کا تھا، وہ میری گود میں تھا ہم دونوں اچھل کر ایک ساتھ گرے، اسے اور اپنے حمل بچانے کی وجہ سے میں جو منہ کے بل گرنے والی تھی، میں نے زور لگایا اور میں کمر کے بل گر پڑی۔ بیٹا اوپر، جھٹکا اتنا شدید تھا اور چوٹیں اتنی تھیں، مگر زباں پر صرف اولاد کی حفاظت اور شکر کا کلمہ تھا۔ میں درس کے لیے جا رہی تھی سو بجائے ہسپتال کے وہیں گئی۔ رات جب ہسپتال گئے تو ڈاکٹر حیران کہ اتنے بڑے ایکسیڈنٹ سے میں بھی بچی اور بچہ بھی محفوظ رہا، الحمد للہ رب العالمین!

دوسرا حادثہ ایسے ہوا کہ راستے میں چلتے اچانک کسی کی ٹانگ بیچ میں آئی اور اس بار منہ کے بل گری، مگر معمولی رگڑ کے علاوہ بالکل محفوظ رہے ہم دونوں!

جب بیٹی کی پیدائش ہوئی تو نویدِ بابرکت سنتے ہی رحمت کے انبار دیکھے۔ نام فاطمہ رحمت رکھا۔ سب سے بڑا انعام کہ لکھنے کی طرف متوجہ ہوئی، یکسوئی ملی، بند ذہن کھلتا گیا، الفاظ جو روٹھے ہوئے تھے مان گئے، آتے گئے اور بالآخر نئے ناول ”آسمانِ نبوّت کا کوہِ نور“ کی ابتدا ہوئی، کیوں کہ یہ ناول ختمِ نبوّت پر ہے تو اس کے ثمرات الگ سے ملے۔ اس کی پہلی قسط کی اشاعت کے ساتھ جب یہ لکھ دیا: اللہ کریم اس کی آخری قسطیں اپنے اور اپنے حبیب ﷺ کے در پر لکھوائے تو 2022 کے آخر سے ایسی طلب، تڑپ لگی کہ جہاں سنتی وہ جا رہے ہے۔۔۔ ممکن ہوتا تو ملنے پہنچ جاتی، ورنہ دعا اور سلام کی درخواست ہر کسی سے کر دیتی۔ بس حج عمرے کی دعا کا کہنا، یہ کیفیت بڑھ کر دیوانوں اور پاگلوں والی ہو گئی۔ اب جب یہ کیفیت یاد آتی ہے، سوچتی ہوں تو رب پر قربان ہونے کو دل تڑپتا کہ مجھ دنیاوی اسباب سے خالی کی کیسی تڑپ لگا دی اور پھر گویا کائنات کی ہر شے کو اسباب بنا دیا۔ میری حالت ایسی ہو گی کہ جھاڑو لگاتے، کپڑے، برتن دھوتے، سوتے جاگتے، آنکھ بند ہوتے آخری خیال، آنکھ کھلتے پہلا تصور بس حج وعمرہ, میں کاموں میں لگی ہوتی اور خود سے باتیں کر رہی ہوتی کہ اب تو فاطمہ نے بھی ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ بولنا سیکھ لیا ہے۔ بنیادی چیزوں میں بھی الحمد للہ سیکھ چکی ہے تو میں 2023 یعنی اسی سال حج پر جاؤں گی یا 2024

اب قارئین! یہ باتیں خود سے کرتی نعتیں، حمد پڑھتی، مگر حج کا سنتے ذہن میں ایک لمحے کو بھی نہ آتا کہ اتنا مہنگا سفر کر دیا گیا ہے، کہاں سے ہو گا؟ شوہر کہتے: اس سال یا اگلے سال 2024 میں حج کر لیں گے ان شاء اللہ۔۔۔! میری قاریات میں سے ایک قاریہ نے ”بچوں کا اسلام“ کی تحریر ”قصہ ایک حج کا“ بھیجی، اُس میں مجرّب انتہائی آزمودہ وظیفہ بطورِ حج ادائیگی بتایا گیا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 127 چالیس دن بلاناغہ (شرعی عذر کے دن بعد میں خواتین پورے کریں) کوئی وقت مقرر کر کے یکسوئی سے پڑھیں۔ صاحبِ تحریر کو حج عمرہ سب کی سعادت ملی پڑھنے کی بدولت۔ میں نے بھی شروع کیا، مگر ناغہ ہو جاتا وقت ایک نہ رہتا۔ تعداد بھول گئی اس سال پھر کر نہ پائی، مگر رونا دھونا، تڑپ تھی کہ بڑھتی رہی۔۔۔ میرے گھر کی بالکونی میں اکثر کبوتر آتے ہیں۔ سردیوں میں تو اور زیادہ۔۔۔ اب تو ایسی پاگل ہوئی کہ ان کو کہتی: میرا اسلام عرض کر دینا۔ مجھے دیکھ دیکھ فاطمہ رحمت کی عادت بن گئی۔ ”یہ کبوتر آیا مکہ مکرمہ سے، مدینہ منورہ سے۔“ 2024 آیا تو اللہ نے نوید سنوائی کہ ان شاء اللہ اس سال بچیاں حفظ کی تکمیل کر لیں گی، اب تڑپ لگی کہ بچیوں کو تکمیل پر وہاں ہونا چاہیے۔ وہاں دونوں حرمین شریفین میں قرآن سنائیں، یعنی تڑپ پر تڑپ۔ بڑھتی رہی دعا کے ساتھ، کچھ نہ کچھ کافی عرصے سے حج عمرہ کی نیت سے ایک طرف رکھتی کہ اللہ میری اوقات اتنی بس اتنی ہے، آپ اپنی شان سے سبب بنا دیں۔ کبھی کسی ماہ پیسے رکھنے رہ جاتے، کبھی کسی ضرورت پر خرچ ہو جاتے، جس کی وجہ سے ایک فرد کے عمرہ کے لیے بھی کافی نہ ہوئے۔ آخر اس سال شعبان میں وہی سورۂ بقرہ والا وظیفہ یک سوئی سے شروع کیا۔ ذہن میں عمرہ ہی تھا، کیوں کہ حج کا سننے میں آ رہا تھا کہ بہت خرچ ہے اور ظاہری اسباب کا حال یہ تھا کہ گھر کرایے کا ہے! تو سوچتی عمرہ مل جائے، وہاں کی دعا قبول ہو جائے تو چوکھٹ پکڑ کر حج کا منوائی گی، ساتھ دیوانوں کی طرح کہتی رہتی

ایک مقابلہ ذرا نرالا

مہوش اسد شیخ

"السلام علیکم!" آٹھویں جماعت کی میم نے کلاس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ تمام طالبات احتراماً کھڑی ہوئیں اور جواب دیتے ہوئے کہا: "وعلیکم السلام!"

"کیسی ہیں سب لڑکیاں؟" استانی جی نے مسکرا کر پوچھا۔

"الحمدللہ!" سب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

"آج ہم پڑھیں گے نہیں، میں ایک زبردست مقابلے کا اعلان کرنے والی ہوں۔"

انھوں نے لڑکیوں کو کتابیں کھولتے دیکھا تو ہاتھ کے اشارہ سے منع کرتے ہوئے اطلاع دی۔ لڑکیاں حیرت سے انھیں دیکھنے لگیں۔

"اگلے ہفتے کوکنگ کا مقابلہ رکھا جا رہا ہے۔" یہ سنتے ہی سبھی لڑکیاں چہک اُٹھیں۔

اب لڑکیاں میم کے ساتھ مشورے کرنے لگی تھیں۔ تمام لڑکیوں کے گروپ بنادیے گئے، ہر گروپ میں پانچ پانچ لڑکیاں رکھی گئیں۔ ہر گروپ نے ایک ڈش تیار کرنا تھی۔ کیا کیا بنایا جاسکتا ہے اس پر بھی سیر حاصل بحث ہوئی۔

"اس مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا انعام رکھا گیا ہے لیکن آپ کے لیے یہ ایک سرپرائز ہوگا۔"

پیریڈ ختم ہونے پر وہ مسکرا کر کہتی ہوئی کمرہ جماعت سے باہر نکل گئیں۔ ان کے نکلتے ہی لڑکیاں آپس میں مقابلے کے بابت باتیں کرنے لگیں سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

ایک ہفتہ گزرنے کا پتا بھی نہ چلا اور مقابلے کا دن آپہنچا۔ اسکول کے گراؤنڈ میں قناتیں لگا کر پانچ عارضی باورچی خانے ترتیب دیے گئے، جن میں ایک ایک چولہا مع گیس سیلنڈر اور دو دو میزیں رکھ دی گئی تھیں۔ چولہے کے ایک طرف ایک چھوٹا کوڑے دان بھی رکھا گیا تھا۔

"چلیے! سب اپنا اپنا سامان اٹھالیجیے۔"

میم حرا نے پہلے گروپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور انھیں پہلے کچن میں جانے کا اشارہ کیا۔ لڑکیاں پھرتی سے کچن میں گھس گئیں اور اپنی چیزیں لفافوں سے نکالنے لگیں، اسی طرح سبھی گروپوں کی لڑکیاں اپنے اپنے کچن میں جاکر سامان سجا کر کھڑی ہوگئیں۔

"پورے نو بجے مقابلہ شروع ہوجائے گا اور بارہ بجے تک ہر گروپ نے اپنی اپنی ڈش پرنسپل میم کے سامنے پیش کرنی ہے۔"

میم حرا نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈال کر سب کو اطلاع دی۔ ٹھیک نو بجے مقابلہ شروع ہوگیا۔ میم حرا اور میم کوثر نگران تھیں، وہ کبھی ایک کچن میں جھانکتیں تو کبھی دوسرے کچن میں۔ کوئی لڑکی بوکھلاہٹ کا شکار تھی تو کوئی پُرسکون انداز میں کام کر رہی تھی، وہ یقیناً گھر میں والدہ کا ہاتھ بٹانے کی عادی تھیں۔

پہلا گھنٹہ بہت تیزی سے گزر گیا۔ لڑکیاں اب تیزی سے ہاتھ چلانے لگیں، کوئی ادھر سے کسی کو پکار رہا ہے اور کوئی اُدھر سے۔

"لڑکیو! شور وغل سے پرہیز کرو۔ نہیں تو نمبر کاٹ لیے جائیں گے۔"

میم کوثر نے ڈرانے کی کوشش کی اور اس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ شور کافی حد تک تھم چکا تھا۔

اگلے گھنٹے تک کافی حد تک کام نمٹ چکا تھا۔ اب لڑکیاں اپنی ڈشیں خوب صورت انداز میں سجا کر پیش کرنے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"کام روک دیجیے، وقت پورا ہوچکا ہے۔ ہر گروپ کی ہیڈ گرل اپنی اپنی ٹرے لے کر یہاں آجائے۔"

میم حرا کی پاٹ دار آواز سنتے ہی لڑکیاں فوراً عمل پیرا ہوئیں۔

پانچ لڑکیاں ہاتھوں میں ٹرے تھامے میم کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔ میم کوثر انھیں ساتھ لے کر پرنسپل کے آفس کی طرف چل دیں۔

پانچوں ڈشز میز پر سجادی گئیں۔

"یہ کس نے بنایا ہے؟" پرنسپل نے پہلے ٹرے کی طرف جس میں کلب سینڈوچ سلاد کے درمیان میں خوب صورتی سے سجے دکھائی دے رہے تھے۔ نبیلہ سر ہلاتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھ آئی۔

"بہت خوب!" پرنسپل نے سینڈوچ کا ایک چھوٹا ٹکڑا توڑ کر منہ میں رکھتے ہوئے تعریف کی۔

نبیلہ شکریہ کے کلمات ادا کرتی ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ پرنسپل اب دوسری ٹرے کی طرف متوجہ ہوچکی تھیں، جس میں بیسن کے سنہرے پکوڑے نفاست سے سجے ہوئے تھے۔ ان کی اشتہا انگیز خوش بو پورے دفتر میں پھیلی ہوئی تھی۔

"واہ مزے دار!" پرنسپل نے ایک چھوٹا پکوڑہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کا مزہ لیا، پھر تیسری طرف ہاتھ بڑھادیا، جہاں فروٹ چاٹ بہار دکھا رہی تھی۔ فروٹ اگرچہ چھوٹے بڑے ٹکڑوں میں کٹے ہوئے تھے، لیکن چاٹ لذیذ لگ رہی تھی۔ چوتھی ٹرے میں کسٹرڈ کا باؤل رکھا تھا، جس کی سجاوٹ بچیوں نے پھلوں سے کی تھی۔ پانچویں ٹرے میں سلاد کی پلیٹ دھری تھی۔

"لگتا ہے بچیوں کو کچھ اور بنانا نہیں آتا تھا۔" وائس پرنسپل مسکرادیں۔

"میم آپ سلاد چکھ کر تو دیکھیے۔"

آمنہ نے فوراً سے بیشتر پُراعتماد لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے نے پرنسپل کو چمچ پکڑنے پر مجبور کردیا۔

"واقعی بھئی! سلاد تو بہت منفرد ہے۔" دو چمچ کھانے کے بعد توصیفی انداز میں کہا گیا۔ آمنہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"کیسے بنایا ہے، ریسیپی بتانا پسند کریں گی؟"

آمنہ پُرجوش انداز میں ریسیپی بتانے لگی۔ اسے یقین ہوگیا کہ وہی فاتح ٹھہریں گی۔

"ٹھیک ہے، آپ لوگ اپنے اسٹال کی طرف جائیے! ہم کچھ دیر تک آتے ہیں۔"

میم حرا نے پانچوں لڑکیوں کو مخاطب کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر آفس سے نکل گئیں۔

پرنسپل اور وائس پرنسپل نے ایک بار پھر تمام ڈشیں چکھیں اور فائل میں نمبر نوٹ کرنے لگیں۔

"فروٹ چاٹ کا پھل چھوٹا

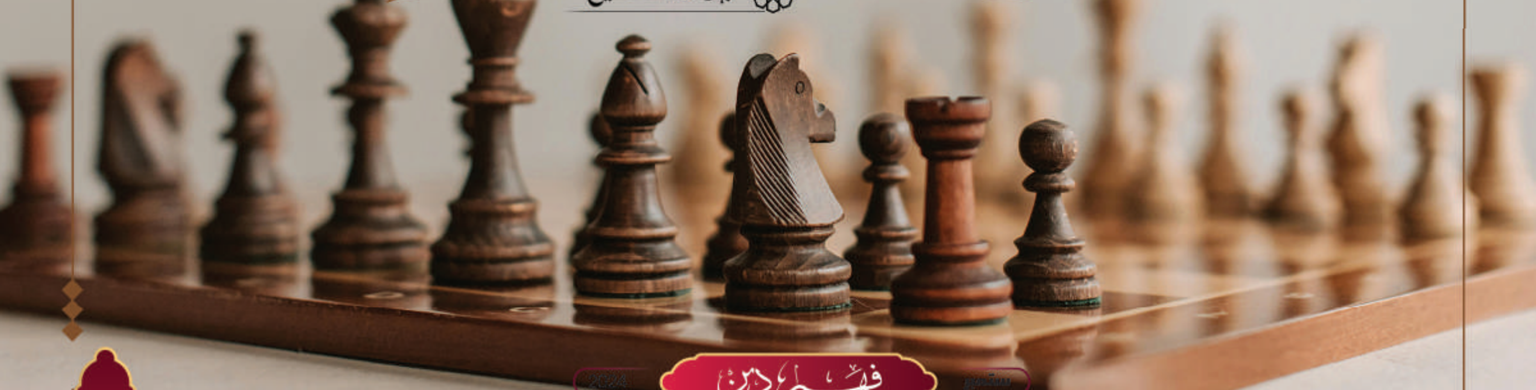

بڑا کٹا ہوا ہے، نفاست دکھائی نہیں دے رہی، باقی تمام ڈشیں زبردست ہیں۔ سلاد تو اک منفرد ریسیپی ہے۔ سویا و چلی ساس اور کیچپ نے سلاد کا ذائقہ بہت عمدہ بنا ڈالا ہے۔"

وائس پرنسپل کو سلاد بے حد پسند آیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے سلاد بنانے والا گروپ ہی انعام کا حق دار ٹھہرے گا۔" میم کوثر نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"نہیں! مقابلے کا حتمی فیصلہ لڑکیوں کے کچن دیکھنے کے بعد کیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر پرنسپل آفس سے نکل آئیں، باقی تینوں بھی حیرت میں ڈوبی ان کے پیچھے چلنے لگیں۔

انھیں اپنی طرف آتا دیکھ کر لڑکیاں پھرتی سے اپنے اپنے کچن کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہو گئیں۔ سبھی کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے اور زبان پر دعائیں جاری تھیں۔

پرنسپل نے پہلے کچن میں جھانکا، سارا سامان جوں کا توں بکھرا پڑا تھا۔ لڑکیوں نے بریڈ کے کٹے ہوئے کنارے بھی میز سے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ قریب مایونیز کا پیکٹ پڑا تھا، جس کا ڈھکن بھی بند نہیں کیا گیا تھا۔

"اونہہ!"

ہنکارا بھرتے ہوئے فائل میں کچھ لکھا گیا اور قدم آگے بڑھا دیے گئے۔ دوسرے کچن میں آئل کی کڑاہی ابھی تک چولہے پر دھری تھی۔ چولہے پر جا بجا بیسن لگا ہوا تھا۔ آلو کے چھلکے کوڑے دان میں لاپروائی سے پھینکے گئے تھے۔ آدھے باہر ہی گرے ہوئے تھے۔ پرنسپل کو خاصی مایوسی ہوئی تھی۔

تیسرا کچن یقیناً سلاد بنانے والوں کا تھا۔ بچی ہوئی سبزیاں ہنوز میز پر پڑی تھیں۔ ایک گاجر زمین پر گری ہوئی تھی، جسے اٹھانے کی توفیق کسی کو نہ ہوئی تھی۔ قریب ہی مسالا جات رکھے تھے۔ لفافے بھی بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔ صد شکر کہ چھلکے کوڑے دان میں احتیاط کے ساتھ ہی ڈالے گئے تھے۔ تفصیلی جائزہ لینے کے بعد قدم آگے بڑھا دیے گئے۔ اس کچن میں کسٹرڈ بنایا گیا تھا۔ گندے برتن شاپر میں ڈال کر ایک طرف رکھے پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر پرنسپل کی پیشانی کی شکنیں غائب ہو گئیں۔ باقی اشیا بھی سمیٹ لی گئی تھیں، لیکن چولہا پھوہڑ پن کی گواہی دے رہا تھا۔ چولہے پر شاید لڑکیوں سے دودھ اُبل گیا تھا اسے صاف نہیں کیا گیا تھا۔

فائل کھول کر کچھ لکھا اور آگے بڑھ گئیں۔ یہ آخری کچن تھا، یہاں یقیناً فروٹ چاٹ بنائی گئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی پرنسپل نے دائیں بائیں طائرانہ نگاہ ڈالی تو کچن بالکل صاف ستھرا تھا۔ پھلوں کے چھلکے کوڑے دان میں تھے۔ میز جہاں پھل رکھ کر کاٹے گئے تھے کام مکمل کرنے کے بعد انھیں کپڑے سے صاف کیا گیا تھا۔ تمام برتن لفافے میں باندھے ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ کوئی بھی چیز کہیں بکھری دکھائی نہ دے رہی تھی۔

پرنسپل کے لبوں پر اک مسکان آن ٹھہری۔ جھک کر فائل پر کچھ لکھا اور باہر آ کھڑی ہوئیں۔

لڑکیاں حیرت و استعجاب سے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔

"اس مقابلے کے نتائج کا اعلان کل اسمبلی ہال میں کیا جائے گا۔"

لڑکیاں جو نتائج سننے کو بے چین ہو رہی تھیں، ان کے منہ لٹک گئے۔

تلاوتِ قرآنِ پاک اور نعت کے بعد میم حرا کے دعوت دینے پر پرنسپل اسٹیج پر آ کھڑی ہوئیں۔

"السلام علیکم!"

انھوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل ڈائس پر رکھتے ہوئے باآواز بلند سلام کیا۔

سب کی طرف سے جواب موصول ہونے کے بعد انھوں نے فائل کھول لی۔

"جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کل ہمارے اسکول میں ہوم اکنامکس کی لڑکیوں کے مابین کوکنگ مقابلہ تھا۔ سب نے بہت عمدہ کام کیا، تین ڈش والیوں کے پچیس میں سے چوبیس نمبر تھے۔ فروٹ چاٹ بنانے والی لڑکیوں نے پھل نفاست سے نہیں کاٹے تھے، انھیں بائیس نمبر دیے گئے۔ سلاد ایسی ڈش تھی کہ ایک بھی نمبر کاٹنے کی گنجائش محسوس نہیں ہوئی، سلاد کے پورے پچیس نمبر تھے۔

یہ سن کر فروٹ چاٹ بنانے والے گروپ کی لڑکیوں کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور سلاد بنانے والی لڑکیاں چہک اٹھیں۔

لیکن نتائج صرف ان نمبروں پر نہیں بنائے جانے تھے۔ دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ وہ جگہ دیکھی جائے، جہاں کام کیا گیا۔ ان کے عارضی کچن دیکھے گئے تو بہت مایوسی ہوئی۔ کسی نے کام کرنے کے بعد کچن سمیٹنے کی زحمت نہیں کی۔ سلیقہ مندی کے نمبر کٹ گئے۔ دو کچن ایسے تھے، جہاں کچھ سلیقہ مندی دکھائی گئی تھی اور فروٹ چاٹ بنانے والی لڑکیوں کا کچن دیکھ کر دل خوش ہوا، سلیقہ مندی نے ان کے نمبروں کا گراف یک دم بہت اونچا کر دیا اور وہ انعام کی حق دار ٹھہری ہیں۔"

اس غیر متوقع نتائج پر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"پیاری لڑکیو! آپ لوگ جتنے بھی بڑے عہدے پر فائز ہو جائیں، کچن وہ جگہ ہے جہاں آپ کو ہر صورت کچھ نہ کچھ وقت دینا پڑے گا۔ کل وقتی ملازمہ سے بھی آپ اسی صورت کام کروا سکتی ہیں، جب آپ خود کسی قابل ہوں۔ آپ پڑھیے، لکھیے کوئی مقام حاصل کیجیے، لیکن تھوڑی بہت گھر داری بھی بہت ضروری ہے اور گھر کا کام کرنا باعثِ شرمندگی نہیں، باعثِ فخر ہے۔ اس بات کو سمجھنا ہم عورتوں کے لیے بے حد ضروری ہے۔

پرنسپل کی باتیں دل پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا، انھی تالیوں میں سلیقہ مند لڑکیوں کو نقد انعام سے نوازا گیا تھا۔

بقیہ

ضیوفُ الرّحمٰن

خود سے اور شوہر صاحب سے کہ اس سال توجہ ہو جائے، جس رب العالمین نے دیوانہ بنا دیا اس تڑپ میں وہ تو مسکراتا ہو گا۔

آخر رمضان آیا اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب بات ہوئی کہ اس گھر میں آٹھ سالوں سے ہوں، کبھی کبوتر میرے کمرے کے اندر نہیں آئے اور اب اچانک سے آنا شروع ہو گئے، کبھی بند پنکھے کے سر پر بیٹھیں تو کبھی وائی فائی ڈیوائس پر۔۔۔ کبھی پلنگ تو کبھی زمین پر چلنے لگتے اور میں، فاطمہ رحمت اور باقی تینوں بچے انھیں دیکھ کر خوش ہوں، ان سے باتیں کریں اور پھر فاطمہ رحمت دیوانوں کی طرح رو پڑتی، ان سے کہتی: "ہمیں بھی لے جاؤ مکہ مدینہ! وہاں سے آئے ہو نا۔۔۔!! رمضان کی ساعتیں، عشرۂ رحمت کے شروع کے دن فون پر میسج ٹون بجتی ہے۔

"عائشہ آپ نے حج کیا ہے؟"

"نہیں، مگر عمرہ کی سعادت الحمدللہ سولہ سال قبل مل چکی ہے۔"

"آپ کے پاس کچھ بچت ہے؟"

"میری بڑی خواہش ہے کہ بیٹیوں کی تکمیلِ حفظ پر اس سال کے آخر میں شوہر اور بچیوں کو لے کر حرمین جاؤں، ان کی خوشی تکمیلِ حفظ وہاں مناؤں!"

"کتنی بچت ہو گی، آپ حج پر کیوں نہیں جاتیں؟ اب میں اس پر شرمندہ شرمندہ!!"

میرے پاس تو جو بچت ہے، اس سے دو بندوں کا عمرہ بھی مشکل۔۔۔ اور پھر اگلا میسج۔۔۔

(جاری ہے)

بیت السلام موبائل ایپ
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
قبلہ ڈائرکشن
ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
آن لائن ڈونیشن
زکوۃ کیلکولیٹر
لائیو اور ریکارڈ بیانات
روزمرہ کی دعائیں
قرآن کریم
نماز ٹائمنگ
BAITUSSALAM

دیکھ تو لو!

فاکہہ قمر

شدید گرمی، حبس اور لو کے گرم تھپیڑوں کی وجہ سے ہر کوئی چڑچڑا بن بیٹھا تھا۔ شدید گرمی سے ہر ذی روح بے حال و نڈھال تھا۔ مسجدوں میں رحمت کی بارش کے لیے دعائیں کی جا رہی تھیں، لیکن دور دور تک آسمان پر بادل کے سائے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ شام کے سائے گہرے ہوئے جا رہے تھے، لیکن ہوا ہنوز بند تھی، جیسے ناراض ہو کر کہیں چلی گئی ہو۔ بچے باہر کھیلنے کے لیے مچل رہے تھے، لیکن مائیں انھیں گھروں میں روک رہی تھیں اور مرد حضرات دفتروں سے فارغ ہو کر تھکے ہارے اور پسینے سے شرابور شام کو گھر لوٹ رہے تھے۔ دو گھڑی سکون اور ٹھنڈی ہوا کو ترس گئے تھے۔ اوپر واپڈا والے طے شدہ وقت کے مطابق بجلی بند کر گئے تھے۔ پہلے سے نڈھال اور گرمی سے بے حال لوگ مزید بجھ کر رہ گئے تھے۔

ایسے ہی ایک گھر کے صحن میں چارپائی ڈالے سب افراد آسمان کو تکے جا رہے تھے، اس امید کے ساتھ کہ شاید ان کی مراد بھر آئے، لیکن آج کے دن ایسا کرشمہ ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

آٹھ سالہ فرہاد بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ اندھیری رات میں صحن میں بیٹھا بجلی آنے کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کی دادی جان نے آواز دی:

"بیٹا! ذرا پانی تو پلا دو، گرمی سے حلق تک خشک ہو گیا ہے۔"

"اچھا! لاتا ہوں۔" فرہاد نے چار و ناچار منہ بسورتے ہوئے کہا۔

بجلی جانے سے سارا گھر اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ فرہاد نے اندازے کے ساتھ چیزوں کو چھوتے ہوئے گھر کے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ اندازے سے وہ باورچی خانے میں پہنچا، میز پر رکھے گلاس سے اس کا ہاتھ چھوا تو معلوم ہوا کہ گلاس میں پہلے سے پانی موجود ہے۔ اندھیرے کی دہشت سے گھبراہٹ میں جلدی سے فرہاد نے وہی گلاس اٹھایا اور باہر صحن کی جانب تیز تیز قدم بڑھانے لگا۔

"دادی جان یہ لیجیے پانی!" پھولی سانس کے ساتھ گلاس دادی جان کی جانب بڑھا کر فرہاد خود امی کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ دادی جان نے اللہ کا نام لیا اور پانی پینا شروع کر دیا۔

"یہ پانی کا ذائقہ کچھ بدلا بدلا محسوس ہو رہا ہے، کہاں سے لائے ہو؟"

دادی جان نے گلاس ایک طرف رکھتے ہوئے فرہاد سے پوچھا۔

"ماں جی! پانی کولر میں رکھا تھا، شاید اس لیے ذائقہ الگ محسوس ہو رہا ہے۔" فرہاد کی امی نے دادی جان کو مطمئن کرتے ہوئے جواب دیا۔ فرہاد کچھ ڈر تو گیا تھا، لیکن بولا نہیں کہ پانی پہلے سے گلاس میں تھا۔

اللہ اللہ کر کے بجلی آئی تو سب کی جان میں جان آئی۔ بجلی آتے ہی سب اندر کمروں میں پنکھے تلے بیٹھ کر سکھ کا سانس لینے لگے۔ فرہاد بھی پنکھے کے سامنے بیٹھ کر اپنا پسینہ خشک کر رہا تھا۔

"ہائے، ہائے اللہ!" اچانک سے دادی جان کی آواز آئی تو سب ایک دم سے چونک گئے۔

"کیا ہوا امی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" فرہاد کی امی نے جلدی سے آگے بڑھ کر دادی جان کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بیٹی! میرے پیٹ میں بہت درد ہو رہا ہے۔" دادی جان نے کراہتے ہوئے بمشکل جواب دیا۔

ابو اتفاق سے گھر پر نہیں تھے۔ صرف فرہاد اور اس کی امی تھے، جو دادی جان کی بگڑتی طبیعت کو سنبھالنے سے قاصر تھے۔ فرہاد جلدی سے ڈاکٹر امجد کو بلا کر لاؤ۔ امی کو اس وقت صرف ڈاکٹر کا ہی خیال ذہن میں آیا جو کہ ان کے محلے میں ہی رہتے تھے۔ فرہاد نے باہر کی جانب دوڑ لگا دی، تھوڑی ہی دیر میں فرہاد کے ہم راہ ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ تھامے تشریف لے آئے۔

"اخ، اخ اخ خ خ اوئی اوئی۔"

ایک درد بھری آواز کے ساتھ دادی جان نے الٹی کر دی اور سارا کھایا پیا باہر نکل آیا۔ لمحہ بہ لمحہ دادی جان کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب دادی جان کا معائنہ کر رہے تھے۔

"انھوں نے آخری بار کیا کھایا ہے؟" ڈاکٹر نے فرہاد کی امی سے پوچھا۔

"ماں جی نے دوپہر کے کھانے کے بعد اب تک کچھ نہیں کھایا۔" فرہاد کی امی نے بتایا۔

"ابھی شام کو تھوڑی دیر پہلے پانی پیا تھا، وہ بھی تھوڑا سا۔" اچانک فرہاد کو یاد آیا تو اس نے ڈاکٹر کی معلومات میں مزید اضافہ کر دیا۔

"ہاں بالکل! ان کو پانی کا ذائقہ بھی کچھ عجیب لگ رہا تھا۔" امی کو اچانک دادی جان کی کہی گئی بات یاد آ گئی۔

امی کی بات سن کر فرہاد کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا، گویا اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"کیا آپ مجھے وہ پانی دِکھا سکتی ہیں؟" ڈاکٹر نے اچانک عجیب و غریب سوال کر ڈالا۔

"جی جی بالکل، بلکہ وہ رہا گلاس جس میں انھوں نے پانی پیا تھا۔" فرہاد کی امی نے اچانک صحن کے میز پر پڑے گلاس کو دیکھ لیا تھا اور فوراً سے آگے بڑھ کر اس کو تھام بھی لیا تھا۔ ڈاکٹر نے گلاس کو جیسے ہی ہاتھ میں تھاما تو فرہاد کے چہرے پر کئی رنگ آنے جانے لگے۔

گلاس کا معائنہ کرتے ہی ڈاکٹر نے ایک دفعہ فرہاد اور اس کی امی کی جانب دیکھا تھا۔

دادی جان پیٹ درد اور الٹیوں سے نڈھال ہوئے جا رہی تھیں۔

"انھوں نے زہریلا پانی پیا ہے اور ان کی جان کو خطرہ ہے، اگر ان کو بر وقت ہسپتال نہ پہنچایا گیا"

یہ کہتے ساتھ ہی ڈاکٹر نے فوراً سے اپنی گاڑی نکالی۔ فرہاد اور اس کی امی کی مدد سے دادی جان کو بمشکل گاڑی میں لٹایا اور آناً فاناً ہسپتال کا رُخ کیا۔ ایمرجنسی میں ان کا معدہ فوری طور پر صاف کیا گیا، تاکہ زہر پورے جسم میں نہ پھیل جائے۔ اس پوری اُفتاد میں فرہاد اور اس کی امی کا برا حال ہو رہا تھا۔ سمجھ سے باہر تھا کہ دادی جان کے جسم میں زہر جیسا مہلک مادہ پہنچا کیسے؟ ادھر ڈاکٹر امجد پانی کے نمونے کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کروا رہے تھے، تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

دادی جان ایمرجنسی سے باہر آ چکی تھیں، ان کی حالت اب سنبھل گئی تھی، تب ہی ڈاکٹر رپورٹ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

"مجھے جاننا ہے کہ یہ پانی جو آپ کے گھر میں استعمال ہو رہا ہے، اس کا ذریعہ کیا ہے؟" ڈاکٹر نے اچانک سے ایک سوال پوچھ لیا۔

"ہم پانی نلکے سے بھرتے ہیں، پھر اس کو اُبال کر کولر میں ڈال کر استعمال کرتے ہیں۔" امی نے اطمینان سے جواب دیا۔ جبکہ فرہاد کے چہرے پر کئی رنگ آ رہے تھے، جو ڈاکٹر صاحب کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہے تھے۔

"کیا آپ کچھ بتانا چاہتے ہیں؟" اب کی بار ڈاکٹر نے فرہاد سے پوچھا۔

"رات کو جب بجلی گئی تھی۔۔۔ تب اندھیرے میں پانی، میں نے ہی دادی جان کو لا کر دیا تھا۔" فرہاد نے پریشان انداز میں اٹکتے ہوئے بتایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے جو آپ مجھے بتانا پسند کریں گے؟" ڈاکٹر نے اب دوبدو فرہاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

امی اور دادی جان ڈاکٹر اور فرہاد کے مابین گفت گو سے پریشان ہو رہے تھے، جبکہ دادی جان کی تشویش ناک حالت کی وجہ سے ہسپتال میں پولیس بھی آگئی تھی جو کہ فرہاد کے ابو سے پوچھ گچھ کر رہی تھی۔

زہر ملا پانی از خود کسی کی جان لینے کی کوشش کرنے کے مترادف تھا جو کہ سیدھا سیدھا پولیس کیس بن سکتا تھا اور شومئی قسمت کہ دادی جان کو پانی پلانے والا بھی فرہاد ہی تھا۔ ڈاکٹر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شریف خاندان ہے، یقینی طور پر ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے، اس لیے وہ معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہ رہے تھے۔

"جی، وہ جی اصل میں اندھیرے کی وجہ سے میں پانی کو دیکھ نہیں سکا اور پہلے سے میز پر رکھے پانی سے بھرا گلاس ہی اٹھا کر دادی جان کو دے دیا۔" فرہاد نے کچھ جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ، اب میں سمجھا۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا، جبکہ امی اور ابو فرہاد کو غصے سے دیکھ رہے تھے اور بے چاری دادی جان سرد آہ بھر کر رہ گئی تھیں۔ فرہاد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بات کو سنتے ہی سب دکھ اور غصے سے مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟

"بہت افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کی ایک لاپروائی کی وجہ سے آپ کی دادی کی جان بھی جا سکتی تھی اور پولیس کیس بھی بن سکتا تھا۔" ڈاکٹر نے فرہاد کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

فرہاد بت بنا ہونقوں کی طرح ڈاکٹر صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

"جس پانی کے گلاس کو بغیر دیکھے آپ نے دادی جان کو دیا تھا، اس میں کوئی کیڑا گرا تھا اور وہ کافی دیر تک پانی میں رہا، جس کی وجہ سے اس کا زہر پانی میں شامل ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ دادی جان کو بھی پانی کا ذائقہ مختلف محسوس ہوا تھا اور جسم میں زہریلا پانی جاتے ہی انھیں الٹیاں شروع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بروقت ان کو ہسپتال پہنچا دیا گیا، ورنہ ان کی جان بھی جا سکتی تھی۔" ڈاکٹر نے تفصیل سے تمام صورتِ حال بتا اور رپورٹ فرہاد کے ابو کے حوالے کر کے چلے گئے۔ ڈاکٹر کے کمرے سے نکلتے ہی امی اور ابو نے ناراضی سے فرہاد کی جانب دیکھا۔

"بیٹا! کتنی غلط بات ہے، بچپن سے آپ کو بتایا گیا ہے کہ پانی پینے سے پہلے گلاس کو دھو کر صاف کر کے ہمیشہ دیکھ بھال کر پانی پینا چاہیے۔" امی نے فرہاد کو کہا۔

"یہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ: "پانی ہمیشہ دیکھ کر پینا چاہیے۔"

ابو نے فرہاد کو پیارے نبی کریم ﷺ کا ارشاد پڑھ کر سنایا۔

"اس بارے میں ایک واقعہ بھی ہے۔" دادی نے نقاہت سے بھرپور آواز میں کہا۔

"ہاں ہاں، بالکل ایک واقعہ ہے۔" امی نے دادی جان کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعہ ہے؟" فرہاد نے اشتیاق سے پوچھا۔

"واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنت سکھا رہے تھے کہ پانی ہمیشہ دیکھ کر پینا چاہیے اور تین سانسوں میں پینا چاہیے۔ اتفاق سے ایک یہودی بھی چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ پر ہماری جانیں، ہمارا مال سب کچھ قربان! آپ ﷺ کے کلام میں تاثیر ہی ایسی تھی کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم آپ ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ضرور ہوتے تھے۔ رات کو سوتے سوتے اس یہودی کو جو ہمارے پیارے نبی ﷺ کی باتیں سن رہا تھا، اچانک پیاس لگی تو وہ اپنی بیوی سے بولا کہ "مجھے اچھی طرح دیکھ کر پانی پلاؤ!"

بیوی بولی: "آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ چراغ بجھا چکی ہوں، رات کا وقت ہے، کیسے دیکھ کے پانی پلاؤں؟ ایسے ہی پی لیجیے، پانی تو صاف ستھرا ہوتا ہے ہمارے گھر کا۔" یہودی کو بڑا غصہ آیا، بیوی سے بولا: "چراغ جلاؤ اور روشنی میں مجھے پانی دیکھ کر پلاؤ۔" بیوی نہیں اٹھی اور سمجھی کہ شوہر پاگل ہو گیا ہے۔ آخر یہودی خود اٹھا اور چراغ روشن کیا۔ چراغ کی روشنی میں اس کی بیوی نے دیکھا کہ اندھیرے میں وہ جو پانی اپنے شوہر کے پینے کے لیے لائی تھی، اس میں ایک سیاہ بچھو تیر رہا ہے۔ یہودی بھی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے بیوی کو تمام ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح اس نے چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنی تھیں کہ پانی ہمیشہ دیکھ کر پینا چاہیے۔ صبح کو وہ یہودی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات کا واقعہ آپ ﷺ کو سنا دیا۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ یہودی بولا: "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! جس مذہب کی احتیاط انسان کی جان بچالے تو وہ مذہب خود پورے انسان کو دوزخ کی آگ سے کیوں کر نہ بچائے گا۔" اتنا کہا اور وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔"

ابو نے مکمل تفصیل سے پورا واقعہ سنایا، تاکہ فرہاد کو اندازہ ہو جائے اور آئندہ وہ احتیاط سے کام لے۔ دوسری جانب فرہاد یہ سوچ رہا تھا کہ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہمارے دین میں ہمیں اتنی

بنتِ مسعود احمد

راتیں اور دن

راتیں ہیں دیں کہ سوئیں ہم — دیر تلک نہ جاگیں ہم
پیارے بچو! جلدی سونا — تاکہ یہ وقت نہ کھوئیں ہم
بستر چادر اپنے جھاڑیں — دائیں کروٹ پر پھر لیٹیں
گال کے نیچے ہاتھ رکھیں — سونے کی دعا ہم پھر پڑھیں
سونے سے پہلے کی سنت — پیارے احمد ﷺ کی یہ عادت
سنت کے رستے پہ چل کے — ہوگی منزل رب کی جنت
راتیں دیں آرام کریں ہم — صبح کو اُٹھ کر کام کریں ہم
رات و دن کی ہے جو حرکت — رب نے رکھ دی اس میں برکت
صبح سویرے جلدی جاگو — مسجد کی جانب پھر دوڑو
عادت ایسی بچوں ڈالو — تاکہ رب کی رحمت پالو
سارا دن اچھا گزرے گا — رب کا نام جو اُٹھ کر لے گا
کاموں میں ہوگی آسانی — اللہ ان میں برکت دے گا

عفان نے کپڑوں کی الماری کا دروازہ کھولا اور تہ لگائے کپڑے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بستر پر پھینکے۔ ادھر ادھر ہاتھ مار کر کچھ دیکھا، پھر مایوسی سے الماری کا دروازہ ٹھاہ کر کے بند کر دیا۔ الماری سے نکالے کپڑوں کا بستر پر ڈھیر لگا ہوا سب کو نظر آ رہا تھا، لیکن سب گھر والے خاموش رہے، پھر اس نے اسید بھائی جان کی کتابوں کی الماری کا دروازہ کھولا اور کتابوں کو الٹ پلٹ کر کے کچھ تلاش کیا، کچھ کتابوں کو باہر نکال کر میز پر پھینکا اور کچھ کو آگے پیچھے بغیر کسی ترتیب کے رکھا اور کتابوں کی الماری کا دروازہ بند کیے بغیر ساتھ ہی دیوار پر بنی خوب صورت سی شیلف کے قریب پہنچا۔

شیلف پر ابو کی ٹیبل ٹینس میچ جیتنے پر ملنے والی تین، اسید بھائی جان کو میٹرک میں سکول کی طرف سے بہترین طالبِ علم قرار دیے جانے اور بہترین نعت خواں کی چار ٹرافیوں کے علاوہ زنیرہ باجی کو قرآن مجید حفظ کرنے پر جامعہ کی طرف سے سند، شیلڈ اور سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر منعقد ہونے والے ذہنی آزمائش کے صوبائی سطح پر ہونے والے مقابلے میں پہلی پوزیشن پر شیلڈ، ٹرافی اور انعامی کپ بھی موجود تھے۔

عفان کا قد دوسرے بہن بھائیوں سے قدرے چھوٹا تھا اور ٹرافیوں والی شیلف بچوں کی پہنچ سے بہت اوپر بنائی گئی تھی۔ گیارہ ساڑھے گیارہ سالہ عفان کرسی گھسیٹتے ہوئے شیلف کے قریب رکھی کرسی پر چڑھ کر تمام ٹرافیوں کو آگے پیچھے کر کے کچھ ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا۔

جس چیز کی اسے تلاش تھی، وہ اسے وہاں بھی نظر نہیں آئی، البتہ ابو کی ٹیبل ٹینس میچ جیتنے پر ملنے والی ٹرافی جو عرصۂ دراز یعنی کم از کم بیس اکیس سال سے ایک یادگار کے طور پر محفوظ تھی۔ دھڑام سے نیچے گری اور ٹرافی کا اوپر والا حصہ ٹوٹ کر فرش پر بکھر گیا۔

ٹرافی گرنے کی آواز پر امی جان، ابو جان، اسما آپی سمیت سب دوڑے چلے آئے۔

"کیا ہوا؟ ارے یہ کیا؟"

ابو کی پرانی اور یادگار ٹرافی کا فرش پر دھڑن تختہ دیکھ کر سب "کیا ہوا، کیا ہوا" پوچھنے لگے۔

اس کے ساتھ ہی بھائی جان کی نظر اپنی کتابوں کی الماری پر پڑی، جہاں کوئی کتاب زیادہ اندر کی طرف تھی تو کوئی باہر کی طرف لڑھک رہی تھی، کچھ کتابیں میز پر بے ترتیب پڑی تھیں، کچھ آگے پیچھے کر کے کتابوں کا حشر کیا ہوا تھا۔ اسید بھائی کا تو ویسے ہی غصہ مشہور تھا۔ اوّل تو وہ غصہ میں آتے ہی نہیں تھے اور جب غصہ آتا سب لَا حولَ ولَا قوّة کا ورد کرتے جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو، کا عملی مفہوم بن جاتے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدلا کیوں کہ کام والی ماسی نے ساتھ والے کمرے میں بستر پر کپڑوں کے ڈھیر اور چاروں طرف اخبارات کے پھیلاوے کا بھی بتایا تھا تو امی بھی جاہ و جلال میں نظر آ رہی تھیں۔

اسید بھائی سے غصے پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ امی کے کہنے پر وہ دانت پیستے ہوئے کمرے سے نکل تو گئے، لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ آج عفان کی شامت ہر صورت میں آئے گی۔

امی نے اس سے پوچھا:

"تم بتاتے کیوں نہیں کہ سارے گھر کا جو حشر نشر کر رکھا ہے، آخر کیا مصیبت پڑی ہے، کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ دو گھنٹے سے کچھ تلاش کر رہے ہو، بتاؤ گے نہیں تو پتا کیسے چلے گا؟"

"میرا صبح ریاضی کا پرچہ ہے اور میرا کیلکولیٹر نہیں مل رہا، ہر جگہ ڈھونڈ لیا ہے، کہیں سے بھی نہیں مل رہا۔ میرا کل پیپر ہے، میں کیا کروں؟" پریشانی کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر گئے۔

"تمہارا کیا خیال ہے، سارے گھر کی چیزیں کاٹھ کباڑ کی طرح پھینک کر تمہیں تمہاری گمشدہ چیز مل جائے گی؟ کبھی بھی نہیں، بلکہ تمہاری پریشانی کے ساتھ ہماری پریشانی میں بھی اضافہ ہی ہوگا۔" امی جان نے کہا۔

"مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ میرا کیلکولیٹر جس ڈبے میں تھا، میں نے اس میں اپنا پین، سیاہی اور ایک دو ضروری چیزیں بھی ساتھ رکھی تھیں۔" اس کے چہرے پر بارہ بجتے دیکھ کر اسید بھائی اندر آئے۔

"بتاتے کیوں نہیں کہ رول نمبر سلپ تھی، جس کے بغیر امتحان میں بیٹھنے نہیں دیتے۔"

"بھائی جان! آپ کو کیسے پتا کہ اس میں رول نمبر سلپ تھی، کیا آپ کے پاس ہے؟" عفان بے تابی سے بولا۔

بھائی جان طنزیہ مسکرائے، "نہیں بھائی! میرے پاس تو نہیں ہے، لیکن مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ پیپر سے چند گھنٹے پہلے کوئی دس بیس روپے کے مار کر یا چار پانچ سو روپے والے کیلکولیٹر کے لیے ہلکان نہیں ہوتا، اس کو بے دھیانی اور لاپروائی میں رکھے امتحان کے لیے ہال میں موجودگی کے لیے ضروری کاغذات تلاش کیے جا رہے ہوتے ہیں اور امتحانات سے قبل سب سے ضروری چیز یہی ہوتی ہے، اس لیے پوچھا تھا۔"

اتنے میں دروازے پر گھنٹی کی آواز سنائی دی:

بھائی جان کا کوئی دوست ملنے کے لیے آیا، وہ تو باہر چلے گئے، البتہ امی نے وعدہ کیا کہ وہ ابھی تلاش کریں گی اور دس بارہ منٹ کے بعد کیلکولیٹر والا ڈبہ ان کے ہاتھ میں تھا۔

عفان تیزی سے آگے بڑھا اور ڈبہ کھول کر دیکھتے ہوئے بولا:

"آپ کو کہاں سے ملا، میں نے تو سارا گھر دیکھ لیا تھا، اللہ تیرا شکر ہے۔"

"میں نے ڈھونڈنے کی بجائے اپنے مخصوص طریقے پر عمل کیا اور دیکھو مجھے مل بھی گیا۔" امی جان نے کہا۔

"وہ کیسے، مجھے بھی بتائیں۔" عفان نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ کون سا جادو کا طریقہ ہے، مجھے بھی بتائیں؟" عفان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی جو چیز وہ رات سے چپکے چپکے ڈھونڈ رہا تھا، وہ امی جان کو پلک جھپکنے میں کیسے مل گئی؟

"طریقہ میں تب بتاؤں گی جب تم اس پر عمل کرو گے، ویسے بتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ کہیں سفر پر جانا ہو یا امتحان کے لیے یا کسی بھی کام سے پہلے سے پتا ہو جانے کا تو تیاری عین وقت پر نہیں کرتے۔ تم خود بتاؤ اگر میں تلاش نہ کرتی تو تم تو سارا وقت ڈھونڈنے میں لگا دیتے، پرچہ تم نے خاک دینا تھا۔ ہمیشہ وقت سے پہلے

گل کا خواب

مہوش اشرف

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دس سالہ گل نام کی ایک لڑکی تھی، جو ایک چھوٹے سے شہر میں اپنے والدین کے انتقال کے بعد اپنی خالہ کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے والدین کے برعکس خالہ اسے ہمیشہ مختلف چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارا پیٹا کرتی تھیں اور اُسے پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں دیا کرتی تھیں۔ وہ اسکول جاتی تھی اور چہارم جماعت کی طالبہ تھی، لیکن اسکول کے بعد اسے اپنے کسی دوست کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہیں تھی۔ خالہ گھر کے تمام کاموں میں بہت سخت تھیں۔ گل گھر کے سارے کام اکیلے کرتی تھی اور کسی دن اس سے اگر کچھ غلط ہو جاتا تو خالہ اسے رات کا کھانا نہیں دیتی تھیں۔ وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی، لیکن خوراک کی کمی کی وجہ سے وہ کم زور اور پیلی پڑ گئی تھی۔

ان سب کے باوجود گل مہربان اور پر اُمید رہتی۔ وہ اکثر اپنا دن پڑھائی کرتے، نظمیں پڑھتے اور بہتر زندگی کے خواب دیکھتے گزارتی۔

ایک دن اس کی خالہ کی کزن، سارہ ان سے ملنے شہر آئی۔ وہ عقل مند، دولت مند اور سمجھ دار تھیں۔ کھانے کی میز پر خالہ نے بتایا کہ گل کی امی کی وفات کے بعد اب گل کے تعلیمی اخراجات اور دیگر اخراجات کا انتظام کرنا مشکل ہے، کیوں کہ وہ بیوہ ہے اور اس کی کفالت کے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔ خالہ سارہ نے تمام حالات کو بغور دیکھا اور سنا اور اپنی کزن کو اس معاملے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

آدھی رات کو وہ گل کے کمرے میں گئی تو اسے جاگتا ہوا اور اپنی پڑھائی میں مصروف پایا۔ اچانک خالہ سارہ نے کچھ جادوئی الفاظ کہے اور جادوئی پری میں بدل گئیں، جس نے گل کی تین خواہشات پوری کر دیں۔ گل نے ایک پیار کرنے والے خاندان، ایک اچھے گھر اور کھانے کے لیے بہت کچھ کی خواہش کی اور پھر نیند میں چلی گئی۔

پری نے اس کی خواہش پوری کر دی۔ اگلی صبح خالہ سارہ گھر سے چلی گئیں اور گل نے سوچا کہ یہ اس کا خواب ہے، لیکن جلد ہی ایک مہربان جوڑا گل کو اپنی بیٹی کے طور پر گود لینے آیا۔ اُنھوں نے اُسے ایک محبت اور پیار بھرا گھر دیا اور وہ پھر کبھی بھوکی نہیں رہی۔ گل بہت خوش تھی اور اس نے اپنے بقیہ دن محبت اور خوشی میں گزارے۔

اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تاریک ترین وقت میں بھی مہربانی اور محبت ایک خوش گوار انجام کا باعث بن سکتی ہے اور اپنے خوابوں سے کبھی دست بردار نہ ہوں، کیوں کہ وہ تھوڑا سا جادو اور بہت سی اُمید کے ساتھ سچ ہو سکتے ہیں۔

اپنی ضرورت کی اشیا تیار کر کے رکھتے ہیں، خواہ روزانہ سکول جانا ہو یا کہیں بھی! یہ کیلکولیٹر اور دوسری چیزیں میرے حساب سے تمہیں ہفتہ قبل تیار کر کے رکھنی چاہیے تھیں، عین وقت تو ہنگامی صورتِ حال بھی پیش آسکتی ہے۔ دوسرا چیز ڈھونڈنے کے لیے سارے گھر کے سامان کو الماریوں سے نکال کر اٹھا پٹخ نہیں کرتے، بلکہ آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے مخصوص ٹھکانے پر رکھنا شروع کر دیا کرتے ہیں، مثال کے طور پر جوتوں کی جگہ پر سارے جوتے، کپڑوں کی جگہ پر کپڑے، برتنوں کی جگہ پر برتن، یعنی ہر چیز کو اٹھا کر اس کی مخصوص جگہ پر رکھتے جاؤ جب ہر چیز اس کے اصل ٹھکانے پر پہنچ جائے گی تو گمشدہ چیز خود بخود سامنے پڑی نظر آئے گی۔ تیسری صورت اس سے بھی مفید ہے، جس میں چیز کبھی تلاش کرنا ہی نہیں پڑتی۔۔۔ امی نے بات ادھوری چھوڑ کر عفان کے چہرے کی طرف دیکھا جو بہت انہماک سے بات سن رہا تھا، جلدی سے کہنے لگا: ”وہ کیا امی جان؟“

”وہ یہ کہ جو بھی حالات ہوں ہر چیز کا ایک ٹھکانا بنا لو کبھی چیز گم ہی نہیں ہو گی، خود سوچو اگر چابیاں سب لوگ چابیوں کی جگہ پر ہی رکھیں گے، اخبار کو اخبار کے لیے مخصوص جگہ پر تو گم کیسے ہوں گے؟ چیزیں اس وقت گمشدہ ہوتی ہیں، جب ہم لاپروائی یا بے دھیانی میں ادھر سے ادھر پھینک دیتے ہیں، پھر یاد نہیں رہتا کہ کہاں رکھی تھیں۔۔۔ تو سارے گھر میں تلاش کرنے کے نام پر تباہی مچا دیتے ہیں! اس کے لیے ہمارے نبی کریم ﷺ نے بہت ہی پیاری تلقین ”صفائی اور پاکیزگی“ کو نصف ایمان بتایا ہے۔ صاف ظاہر ہے اگر آدھا ایمان صفائی اور پاکیزگی کو قرار دے دیا ہے تو گندگی کو بہت ہی بری چیز قرار دے دیا۔

یوں ”ایک پنتھ میں دو کاج“ کا محاورہ درست ثابت ہوتا ہے۔ چیزیں ٹھکانے پر یہ سوچ کر رکھو کہ میرے نبی ﷺ کی سنت ہے اور آدھا ایمان ہے تو ثواب کا ثواب آرام کا آرام۔

عفان آنکھیں پھاڑے سب دیکھ اور کان کھول کر سن رہا تھا۔

یہ تو بہت زبردست بات بتائی امی جان آپ نے، اس کا مطلب ہے اب مجھے ہر چیز ٹھکانے پر رکھنے کی عادت اپنانا ہو گی تو میرے پیارے نبی ﷺ بھی خوش ہوں گے اور اللہ جی بھی واہ۔۔۔! اس نے آج کے واقعے سے سبق بھی اخذ کیا اور ٹینشن سے نجات کے ساتھ مفت کا ثواب بھی!!

اطہر کی خوشی

ام محمد عبداللہ

آج اطہر بہت خوش تھا۔ اسکول سے بھی جلدی چھٹی ہو گئی تھی۔ وہ تیز تیز چلتا گھر کی جانب آ رہا تھا۔ خوشی سے سر اٹھا کر کبھی وہ نیلے آسمان پر نگاہ کرتا تو سفید سفید بادلوں کی بکھری ٹکڑیاں اسے ایسے محسوس ہوتیں جیسے آسمان پر سفید پروں والے گھوڑے اُڑ رہے ہوں۔

راستے میں پھولوں کا ایک باغ بھی آتا تھا، جس میں ہر رنگ کے پھول کھلے ہوتے تھے۔ نیلے پیلے ہرے گلابی سُرخ سفید اور کالے بھی۔۔۔ اطہر جب باغ کے قریب سے گزرا تو پھولوں کی خوشبو سے جھوم اُٹھا۔ اس نے مالی بابا سے پوچھ کر سفید موتیے کے بہت سے پھول توڑ کر اپنے رومال میں حفاظت سے رکھے۔

گھر پہنچتے ہی وہ سارے پھول اُس نے نور آپی کو دے دیے تھے۔ "نور آپی! امی جان کے لیے ان کا گجرا بھی بنانا اور کانوں کی بالیاں بھی۔" اس نے چپکے سے نور آپی کو کہا۔

سب سے بڑھ کر آج گھر پہنچتے ہی اسے دن کے کھانے کی بالکل فکر نہیں تھی، اسے تو آج بہت پیارا صاف ستھرا تیار ہونا تھا۔ اس نے کپڑوں کی الماری سے اپنے سفید کپڑے نکالے جو اسے بہت پسند تھے۔ نہا دھو کر شیشے میں اس نے اپنے دانتوں کا جائزہ لیا جو مسواک کرنے کی وجہ سے سفید موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

"اطہر بیٹے، آجائیں! جمعے کی نماز کے لیے جاتے ہیں۔" دادا جان نے اسے آواز دی تو اس نے اپنی کروشیے سے بنی سفید ٹوپی سر پر رکھی، جو امی جان نے خصوصاً اس کے لیے بہت پیار سے بنائی تھی۔ الماری سے اپنی پسندیدہ خوشبو نکال کر لگاتے ہوئے وہ مطمئن تھا کہ ہاتھوں پاؤں کے ناخن تو اس نے صبح ہی کاٹ لیے تھے۔ ہنستا مسکراتا وہ باہر آیا تو دادا جان کے ساتھ ساتھ ابو جی بھی اپنے سفید لباس میں ملبوس اسے بہت بارعب اور خوب صورت دکھائی دیے۔

اسے جمعے کی نماز جامع مسجد میں پڑھنا بہت اچھا لگتا تھا۔ اسے نماز پڑھتے ہوئے امام صاحب کا بار بار اللہ اکبر کہنا، سب کا مل کر رکوع اور سجدے میں جانا بہت بھاتا تھا۔

نماز کے بعد وہ تینوں وہیں بیٹھے درود شریف پڑھتے رہے۔ اطہر کو ایسے لگ رہا تھا، جیسے اس کے آس پاس سنہرے پروں والے فرشتے موجود ہیں، وہ جیسے ہی درود شریف پڑھتا وہ درود شریف رنگ برنگے چمکتے دمکتے موتیوں میں بدل جاتے اور فرشتوں کے ہاتھوں میں موجود چاندی رنگ کے تھال ان درود شریف کے موتیوں سے بھر جاتے۔ جیسے ہی کسی فرشتے کا تھال موتیوں سے بھر جاتا، وہ اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاتا اور ادب سے بتاتا: "یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے لیے یہ تحفہ آپ کے چھوٹے سے امتی محمد اطہر نے بھیجا ہے۔ نبیٔ رحمت درود پاک کا ہدیہ دیکھتے اور مسکرا دیتے۔ اطہر کا دل اس سوچ سے خوشی سے بھر جاتا اور وہ چاہتا کہ مسجد سے اٹھ کر کبھی باہر نہ جائے، درود شریف پڑھتا رہے پڑھتا رہے، لیکن جب دادا جان اور ابو جی گھر جانے کے لیے اُٹھے تو وہ بھی ان کے ساتھ گھر آ گیا۔

"دجّال اس کائنات کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ قربِ قیامت اس کا خروج ایران کے شہر اصفہان کی بستی یہودہ سے ہو گا۔"

اطہر قیلولہ کر کے اُٹھا تو دادی جان، امی جی اور نور آپی کو دجّال سے متعلق باتیں کرتے ہوئے پایا۔

"دجّال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہو گا۔" نور آپی نے کہا۔

"ہاں بیٹی! یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہو گی، اس کے پاس نعمتیں دیکھ کر بہت سے لوگ اس کی پیروی کریں گے اور اس کے فتنے کا شکار ہو جائیں گے، لیکن جن کا ایمان مضبوط ہو گا، وہ بھوک پیاس کو دجّال کے مزے مزے کے کھانوں پر ترجیح دیں گے اور اپنے ایمان کی دولت کی حفاظت کریں گے۔"

یہ سننا تھا کہ اطہر نے اونچا اونچا رونا شروع کر دیا۔

"مجھ سے تو بھوک پیاس برداشت نہیں ہوتی، میرا کیا بنے گا؟ دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہو گا اور میں تو اتنا کم زور سا بچہ ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ارے بھئی! ہمارے پیارے آقا محمد رسول ﷺ نے ہمیں دجّال سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے نا! آپ اس پر عمل کیا کریں نا اطہر!" دادی جان نے شفقت سے اطہر کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو کر سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھنے لگا۔

"دیکھیں! جمعے والے دن سورہ کہف کی تلاوت کی بہت فضیلت ہے، جو جمعے کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرتا ہے، اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور روشن ہو جاتا ہے اور جو سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لے، اس کی فتنۂ دجّال سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

"پیارے اطہر آپ ہر جمعے کو سورہ کہف کی تلاوت ضرور کیا کریں، اس سے آپ کے لیے نور بھی روشن ہو گا اور ابتدائی دس آیات حفظ کرنے میں آسانی بھی ہو گی۔"

اطہر نے دادی جان کی بات سنی تو بھولی بھالی معصوم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی اور روشن ذہین آنکھیں کچھ اور بھی جگمگانے لگیں۔

"کہاں چلے اطہر!" وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تو دادی جان نے پوچھا۔

"وضو کر کے سورۂ کہف کہ تلاوت کرنے، کیوں کہ یہ تلاوت مجھے اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان اور عظیم فتنے دجّال کے مقابلے کے لیے بہادر، طاقت ور اور مضبوط بنائے گی، ان شاء اللہ!"

"اطہر ہم مل کر اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھیں گے، تا کہ اس سورت میں موجود اللہ پاک کی باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کر سکیں۔" نور آپی نے کہا تو اطہر خوشی سے ہنس دیا۔ جمعے کا دن تو اسے پہلے بھی بہت اچھا لگتا تھا۔ سورۂ کہف کے ذریعے مضبوط اور بہادر بننے کے احساس نے اس کے لیے اس دن کو اور بھی زیادہ پُرکشش بنا دیا تھا۔

بادل کا سایہ

ڈاکٹر الماس روحی

حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی ہیں۔ آپ عربی النسل تھے۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر ہیں۔ اُردن کے قریب مدین ایک بستی تھی، یہ سرسبز وشاداب بستی تھی، یہاں کثرت سے باغات، درخت نہریں، آبشاریں، دریا اور چشمے تھے۔ ہر طرف اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہی نعمتیں تھیں، لیکن اہلِ مدین بت پرست تھے۔ خرید و فروخت اور ناپ تول میں فرق کرتے تھے۔ ان کے روز مرّہ کے معاملات میں کھوٹ تھا۔ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے۔ ان کی نسل قومِ مدین کہلوائی، جب ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی تو قبیلہ "ایکہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ "اصحابِ ایکہ" جھنڈ والے کہے جانے لگے۔ عربی میں "ایکہ" سرسبز جھاڑیوں کو کہتے ہیں۔ عرب کے جغرافیہ میں ایک طویل شاہراہ تھی، وہ حجاز کے تاجروں کو شام، فلسطین اور مصر تک لے جاتی تھی۔ یہ سردی گرمی دونوں موسموں میں قریشی قافلوں کے لیے بڑی تجارتی سڑک تھی۔ اس سڑک پر "اصحابِ ایکہ" لوگوں کو لوٹتے تھے۔ مسافران لوگوں سے خوف زدہ رہتے تھے۔ جھوٹ، دھوکے، ڈاکہ زنی نے انھیں مغرور بنا دیا تھا۔ ان بری باتوں کو وہ خاندانی ہنر سمجھتے تھے۔ اس قوم کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ آپ شیریں کلام تھے۔ آپ کی باتیں دل پر اثر کرتی تھیں۔ آپ کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو "خطیب الانبیا" کے لقب سے نوازا، کیوں کہ آپ نے سب سے بہترین زبان میں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ آپ اس قوم کو بتوں، درختوں کی پوجا کرتے اور ناپ تول میں کمی بیشی، سڑکوں پر لوٹ مار کرتے دیکھتے تو اپنی قوم کو بہت وعظ و نصیحت کرتے اور عذاب سے ڈراتے۔ آپ نے اپنی قوم کو توحید کا درس دیا اور ناپ تول کو پورا رکھنے کی ہدایت کی "اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم پیمانے بھرنے اور تولنے میں کمی نہ کرو۔ میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں اور تم کو اُس عذاب سے ڈراتا ہوں جو ہر قسم کے عذاب کا جامع ہوگا۔" حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے لوگوں نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی۔ اُن کی تعلیم کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ان کے مال دار بڑے بڑے مغرور سردار حضرت شعیب علیہ السلام کے سامنے آگئے اور آپ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینے لگے۔ حضرت شعیب علیہ السلام حلیم الطبع اور نیک چلن والے تھے آپ پر چند غریب اور کمزور آدمی ایمان لائے، جو دین سمجھنے آپ کے پاس آتے تھے اور انھیں راستے پر نافرمان لوگ روک لیتے، ڈراتے دھمکاتے کہ تمھاری نمازیں یہ کہتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ کا دین چھوڑ دو، اگر ایسا ہے تو تم اس بستی سے نکل جاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا" یاد کرو نوح علیہ السلام کی قوم کو اور ہود علیہ السلام کی قوم کو جو عذاب ان پر نازل ہوا، وہ اللہ کے عذاب سے تباہ و برباد ہوئے، جو بستی آباد تھی، وہ ویران اور کھنڈر بن گئی، جو انھیں دیکھتا سبق حاصل کرتا۔" اہل ایکہ نے اس تعلیم کو سن کر بت پرستی پھر بھی نہ چھوڑی اور نہ ناپ تول درست کیا، یہ ایکہ والے بڑے ظالم تھے وہ برابر تکذیب کرتے رہے اور آپ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے کہ "لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو، وہی ہمارا خالق ہے، وہی مالک ہے۔ میرا کہا مانو کفر نہ کرو، دیکھو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تم سب میرے رب کی طرف رجوع کرو۔" آپ روشن دلیلیں پیش کرتے رہے، لیکن وہ برابر آپ کو جھٹلاتے رہے: "تُو کوئی نبی نہیں ہے، تُو ان میں سے ہے جو جادو کرتے ہیں، اگر تُو سچا ہے تو ہم پر ابر کا ٹکڑا گرا کر بتا تُو نبی ہے۔ مغرور سرداروں نے کہا: ہم تمھیں تمھارے ماننے والوں کے ساتھ نکال دیں گے۔" انھوں نے نہ صرف انکار کیا، بلکہ آپ کا مذاق اڑا دیا۔ "ہم تمھیں کم زور پاتے ہیں۔ تم سے ڈریں کیوں؟ ہم بھی دیکھتے ہیں عذاب کس کے پاس آتا ہے۔" اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور ضد کے آگے آخر حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اے میرے خدا! تو جانتا ہے، میں اپنی قوم کی خیر خواہی چاہتا تھا، لیکن یہ میری بات نہیں مانتے۔ تُو میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔" حضرت شعیب علیہ السلام کی بارگاہِ الٰہی میں دعا قبول ہوئی۔ آخر فیصلے کی گھڑی آ پہنچی، اللہ نے اپنے عذاب سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کی مختصر جماعت کو نجات دی۔ اللہ کا یہ عذاب تین طرح سے آیا۔ سب سے پہلے ہوا رک گئی تھی۔ گرمی اور حرارت تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ سب لوگ گرمی سے بلبلا اٹھے۔ سب کے جسم گرمی کی شدّت سے جھلس رہے تھے۔ لوگ بدحواس ہو رہے تھے۔ ہر شخص پسینوں میں شرابور تھا۔ اچانک جنگل کی طرف جاتا ہوا ایک گہرا بادل دکھائی دیا تو بادل کے سائے کی چاہت میں یہ تمام بستی والے گھروں سے نکل گئے۔ بچے، بوڑھے، جوان مرد اور عورتیں سب ہی بھاگتے دوڑتے اور ہانپتے اس سائے کے نیچے جمع ہوگئے۔ آتش باراں سے بچنے کے لیے انھیں ایسا کرنا ہی مناسب لگا۔ یک دم اسی بادل سے سخت چنگھاڑ سنائی دی اور پھر زلزلہ آگیا اور سب گھٹنوں کے بل گرنے لگے۔ زمین ہل رہی تھی اور بگولے کھا رہی تھی، سب لوگ اُوندھے گر گئے۔ بادل سے آگ زمین کی طرف گری، یہ دھواں تھا جو موت کا دھواں تھا، جو نافرمان لوگ جنگل نہیں پہنچ سکے تھے، وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ یوں سارے گھر اُجڑ گئے اور لوگ لاوارث مردہ پڑے رہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی جماعت کو لے کر ملک شام کے مغربی جانب تشریف لے گئے اور لوگوں کو دینی تعلیم دینے لگے۔ یہاں آپ کا وصال ہوا یہ ایک بڑی وادی تھی، جہاں اب آپ کا مزار ہے۔ اس کی زیارت کو بہت لوگ آتے ہیں۔

مشکل الفاظ	معنی	مشکل الفاظ	معنی
سرسبز وشاداب	تروتازہ	جامع	مکمل
کھوٹ	فرق	تکذیب	جھٹلانا
شاہراہ	سڑک	حلیم الطبع	نرم طبیعت
ہنر	فن	نیک چلن	اچھا کردار
فصاحت و بلاغت	اعلیٰ زبان	ابر	بادل
خیر خواہی	اچھائی چاہنا	آتش باراں	آگ کی بارش
چنگھاڑ	چیخ	خسر	سسر (بیوی کا باپ)
طویل	لمبی		

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

بنتِ تاجور

یہ ان سعادت مند صحابیٔ رسول ﷺ کا ذکر ہے، جنھیں آپ ﷺ کا راز دار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں، جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت تک آنے والے ہر فتنے کے بارے میں بتادیا تھا، نبی آخر الزماں ﷺ کے اس صحابی کو مدینہ کے منافقین کے نام بھی معلوم تھے، لیکن پیارے آقا ﷺ کی نصیحت کے باعث انھوں نے کبھی بھی یہ نام آشکار نہیں کیے۔

ان صحابیٔ رسول ﷺ کا نامِ مبارک "حذیفہ بن حسل بن جابر" اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حذیفہ بن یمان کا لقب صاحبِ سر (راز داں) ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ عطفان کے خاندان عبس سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد بھی صحابی تھے، اُن کا اصل نام "حسل" تھا۔ لیکن وہ "یمان" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس لقب پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ کے والد "حسل" انصار کے ایک قبیلہ "بنو اشہل" کے حلیف (عہد کرنے والے) بنے اور وہ قبیلہ چوں کہ ملکِ یمن میں رہتا تھا، لہٰذا اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "یمان" کا لقب دیا گیا۔

اور آپ کی والدہ رباب بنتِ کعب بن عدی بن عبد الاشہل بھی جلیل القدر صحابیہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ پیارے نبی ﷺ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں اور بیٹے کو بھی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کی سختی سے تاکید و تلقین کرتی تھیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میری والدہ نے پوچھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کتنے دن بعد حاضر ہوتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اتنے دنوں سے میرا وہاں جانا نہیں ہوا، اس پر انھوں نے مجھے سخت ڈانٹا۔"

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے نبی آقائے نامدار سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کے حضور حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بتایا تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ دونوں کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت حذیفہ اور آپ کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوسکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں حضرات ہجرت کر کے مدینہ منورہ آرہے تھے کہ راستے میں کفار نے انھیں روک لیا اور پوچھا کہ "کیا تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو؟" انھوں نے کہا: "ہم ان کے پاس نہیں، بلکہ صرف مدینے میں جانا چاہتے ہیں۔" تو کفار نے ان سے اللہ کا نام لے کر عہد و پیماں لیا کہ وہ مدینے جائیں اور حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر نہیں لڑیں گے۔

پھر جب وہ دونوں باپ بیٹا اللہ کے رسول ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم مدینے چلے جاؤ! ہم ان کا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں گے۔"

اس سے ہمیں اسلام میں ایفائے عہد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو مجاہدین کی ضرورت بھی ہے، لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے ایفائے عہد کا حکم دیا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد "یمان" کی شہادت غزوۂ اُحد میں ہوئی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے ان کو ہجرت اور نصرت دونوں کا اختیار دیا تھا، چناں چہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"اگر تم چاہو تو مہاجرین میں سے ہو اور اگر چاہو تو انصار میں سے ہو۔" اس پر حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! انصار میں سے ہونا چاہتا ہوں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم اُنھی ہی میں سے ہو۔" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اُنھیں اپنے جذبات پر مکمل قابو اور کمال کا ضبط تھا۔ کیسے بھی تکلیف دہ اور نازک ترین حالات درپیش ہوں، لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اپنے جوش و جذبے کے ہاتھوں مغلوب نہیں ہوئے۔ اس ضمن میں دو واقعات ملاحظہ ہوں۔

1. ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے سامنے شہید کیا گیا، لیکن ان کے منہ سے صرف اتنا نکلا: یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے۔
2. حضرت محمد ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکینِ مکہ کے لشکر کی طرف جاسوس بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا: "جا کر ان کی خبر لے آؤ، لیکن انھیں مت اُکسانا، یعنی کوئی حرکت نہ کرنا۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں مشرکینِ مکہ کے لشکر میں گیا تو وہاں ابو سُفیان (جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) سامنے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ترکش سے تیر نکال کر ان کو مارنا چاہا، لیکن مجھے میرے آقا ﷺ کا فرمان یاد آگیا، اس لیے میں کچھ کیے بغیر اور کہے بنا واپس لوٹ آیا، اگر میں ان کو تیر مارتا تو یقیناً ان کو جا لگتا۔" اس پیارے صحابیٔ رسول ﷺ عاشقِ صادق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میں وہ تمام صفات موجود تھیں، جو کسی کو راز دار بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بالخصوص اپنے جوش و جذبات پر ضبط کرنے اور قابو رکھنا ہے، چناں چہ انھیں ان خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں کی بنا پر پیارے نبی جی ﷺ نے انھیں اپنا راز دار بنانے کا شرف بخشا اور فتنوں سے متعلق، منافقین کے ناموں اور ان کے احوال سے متعلق پوری تفصیل سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کیا۔ سبحان اللہ! کیا اعلیٰ نصیب پایا۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کا گورنر بنایا۔ آپ نے وہاں پہنچ منصب سنبھالا ہی تھا کہ خلیفہ کی شہادت کی اطلاع ملی، بہت افسردہ ہوئے اور چالیس دن بعد محرّم 36ھ میں خود بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ وفات سے پہلے آپ عجیب کیفیت کا شکار تھے، آہ و زاری میں مصروف رہتے اور فرماتے: "دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھ کو محبوب ہے، لیکن اس لیے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے اور میرا حشر کیا ہو۔" آخرِ وقت میں فرمایا: "اے اللہ! اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کیوں کہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔"

اس مقام کا یونانی نام ٹیسی فون ہے۔ یہ بغداد سے تھوڑے فاصلے پر جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے، چوں کہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے، اس لیے عربوں نے اسے مدائن (مدینہ کی جمع معنی شہر) کہنا شروع کر دیا۔ آج کل اس جگہ سلمان پاک نامی شہر آباد ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ مشروب

تنزیلہ یوسف

آٹھ سالہ حاشر اپنے کمرے میں اسکول سے ملنے والا کام مکمل کر رہا تھا کہ امی دودھ کا گلاس ٹرے میں رکھے اندر چلی آئیں۔

"حاشر بیٹا! لو یہ پی لو۔" امی نے میز پر دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے کہا تو حاشر کا منہ بن گیا۔

"امی جان! آپ جانتی ہیں کہ مجھے دودھ نہیں پسند پھر بھی دودھ کا گلاس بنا دیتی ہیں۔" حاشر کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"بہت بری بات ہے بیٹا! اللہ کی نعمت کے بارے میں اس طرح نہیں کہتے۔" امی جان نے حاشر کو پیار سے تنبیہ کی۔

"مگر امی جان! آپ کو معلوم نہیں کہ مجھ سے دودھ نہیں پیا جاتا۔ مجھے اس کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا۔" اس بار اس کے لہجے میں تبدیلی تھی۔

امی نے اس فرق کو محسوس کیا اور اسی وقت اصلاح کرنے کے بارے میں سوچ کر کہنا شروع کیا:

"حاشر بیٹا! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ حکم الٰہی سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ جانتے ہیں نا؟" امی نے اس سے پوچھا تو حاشر نے اثبات میں سر ہلایا۔

امی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"اللہ رب العزّت نے جب اپنے محبوب کو آسمانوں کی سیر کے لیے اپنے مقرّب فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے بلایا تو امت کے لیے تحفے کے طور پر کچھ مشروبات دکھائے، جن میں سے رسول اللہ ﷺ نے ایک کا انتخاب کیا۔ آپ جانتے ہیں وہ مشروب کون سا تھا؟" امی نے حاشر سے پھر سے سوال کیا جس کا جواب اس بار اسے معلوم نہ تھا۔

"نہیں امی جان! میں نہیں جانتا کہ وہ مشروب کون سا تھا، جس کا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے امت کے لیے انتخاب کیا۔" حاشر نے کہا تو امی جان دھیرے سے مسکرا دیں۔

"بیٹا! وہ مشروب دودھ تھا، جس کو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کے لیے تحفے کے طور پر منتخب کیا۔"

"یہ ہمارے لیے خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے جس مشروب کو پسند فرمایا، وہ ہمیں دستیاب ہے۔ دودھ پینا تو اچھی بات ہے۔ یہ ہماری صحت کے لیے مفید ہوتا ہے۔ اس سے ہمارے دانت اور ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں، جو بچے یا بڑے دودھ نہیں پیتے ان کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ دودھ میں موجود کیلشیم ہماری ہڈیوں اور دانتوں کی مضبوطی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔" امی جان نے نرمی سے اسے سمجھایا تو حاشر چونک گیا۔

"مجھے یہ باتیں معلوم نہیں تھیں۔ اب میں روز دودھ پیا کروں گا، تاکہ میری ہڈیاں اور دانت مضبوط رہیں۔" حاشر کی اچھی بات یہ تھی کہ وہ بات کو جلد سمجھ جایا کرتا تھا، جیسے ابھی امی نے اسے تفصیل سے بتایا۔

"آپ نے دعا یاد کی؟" امی نے حاشر سے پوچھا۔

"امی جان! مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کون سی دعا یاد کرنے کو کہا تھا، میں بھول گیا۔" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا۔

حاشر کو یاد ہی نہیں تھا کہ امی نے اسے کوئی دعا یاد کرنے کو کہا تھا۔ امی اسے روز مرّہ کے معمولات کے دوران پڑھی جانے والی دعائیں یاد کروا رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں، میں آپ کو یاد کروا دوں گی، پھر آپ اسے پڑھا کرنا۔ میں نے کل آپ کو دودھ پینے سے پہلے کی دعا یاد کرنے کو کہا تھا۔" امی جان نے کہا تو اسے یاد آ گیا کہ آج رات سونے سے پہلے دودھ پینے کی دعا امی جان کو سنانی تھی، لیکن حاشر کو یاد نہیں رہا تھا۔

"میں بھول گیا تھا امی جان! مجھے یاد نہیں رہا۔" اس کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔

"کوئی بات نہیں، میں آپ کو پھر سے یاد کروا دیتی ہوں۔" امی جان نے پیار سے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اسے دعا کے الفاظ یاد کروانے لگیں۔ امی جان نے آہستہ آہستہ دعا پڑھنا شروع کی اور حاشر ان کے پیچھے پیچھے دہراتا گیا۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمارے لیے اس میں اضافہ فرما۔

یہ دعا دودھ پینے کے بعد پڑھی جاتی ہے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر دودھ پینا چاہیے۔

"دودھ پینے کے بعد الحمد للہ کہنا بھی اچھی بات ہے۔"

"مجھے پوری اُمید ہے کہ اب آپ کو یہ دعا یاد رہے گی۔" امی جان نے حاشر کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھماتے ہوئے کہا، جسے اس نے پکڑ کر آہستہ آہستہ پینا شروع کیا۔

"ان شاء اللہ امی جان! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے دودھ پینے کے اتنے سارے فائدے بتائے۔" اس نے ہاتھ پھیلا کر کہا تو امی جان اس کے کہنے پر مسکرانے لگیں۔

"جیتے رہو بیٹا!" امی جان نے دودھ کا خالی گلاس اٹھایا اور اس کے سر پر پیار کرتے دعا دیتے ہوئے کمرے سے چلی گئیں۔

اب سے حاشر دودھ پینے کے لیے اپنی امی جان کو تنگ نہیں کرے گا، کیوں کہ وہ جان گیا ہے کہ صحت مند رہنے کے لیے صحت مند غذا ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور دودھ بھی ہمارے لیے جنت سے بھیجا گیا وہ تحفہ ہے جسے پینا ہماری صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔

ٹیگو کیسے بچ گیا؟

سمیرا انور

"چیتے انکل! ٹیگو نے مجھے آج پھر مارا ہے اور اس نے میرا پاؤں بھی زخمی کر دیا ہے۔" ننھے شیر و نے ان کے لاڈلے سپوت کی شکایت لگاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ہر وقت لڑتے رہتے ہو، کبھی تو اپنی حرکتوں سے باز آ جایا کرو۔" چیتے انکل اس کو غصے سے گھورنے لگے۔ ان کے تیور دیکھتے ہوئے شیر و کان کھجاتے ہوئے خاموشی سے گھر کی طرف مڑ گیا۔ دراصل ٹیگو چیتے انکل کا شرارتی بچہ تھا، جو اکلوتا ہونے کے باعث بہت خود سر اور بے پروا تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی کے ساتھ جھگڑے میں مصروف رہتا تھا۔ شیر و جو شیر انکل کا بیٹا تھا، وہ شرارتی تو تھا، مگر اس طرح ہر کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتا تھا۔ ٹیگو کے ساتھ اس کی دوستی تھی، لیکن جب کبھی وہ تھوڑا سا بھی کسی کام سے انکار کرتا تو پھر اس کی خیر نہ ہوتی۔ آج بھی اس نے شیر و سے خالہ بلی کے چھوٹو کو پکڑنے کے لیے مدد چاہی تو اس نے انکار کر دیا، کیوں کہ اس کو خالہ بلی کے چھوٹو سے بہت پیار تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹیگو اس کا شکار کرے۔ اس وجہ سے ان کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی۔

"ٹیگو! تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ گے یا نہیں، تمہاری وجہ سے مجھے سب کے سامنے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔" چیتے انکل نے گھر واپسی پر ٹیگو کی خبر لیتے ہوئے کہا۔

"ابا! اب میں نے کیا کر دیا ہے؟" وہ بیزاری سے بولا۔

"ابھی راستے میں خالہ بلی نے بہت دکھی انداز سے اپنے چھوٹو کی زندگی کی التجا کی ہے، تم نے اس کو پکڑنے کی ترکیب جو لڑائی تھی، اسی لیے وہ خوف زدہ میرے پاس آ گئیں اور تمہاری شکایت لگائی ہے۔" وہ گرجتے ہوئے اس کی طرف مڑے۔

"صرف ترکیب ہی سوچی تھی، ابھی کچھ کہا تو نہیں ہے نا!" ٹیگو میاں ڈھٹائی سے بولے۔

"اگر تم نے اب ایسی حرکت کی تو پھر تمہارا حال بہت برا ہو گا۔" انھوں نے اس کو دھمکاتے ہوئے کہا، جسے اس نے ہمیشہ کی طرح ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا۔

"شیر و! کدھر ہو یار؟ کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟" ٹیگو نے درخت کے نیچے خاموش بیٹھے شیر و کو پکارتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تمہیں صرف دوسروں کو تنگ کرنے اور دکھ پہنچانے میں ہی مزہ آتا ہے۔" شیر و نے منھ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تم میرے کیسے دوست ہو، جو میری کسی بھی طرح کی مدد کرنے کی بجائے نصیحتوں کا پلندہ سامنے رکھ دیتے ہو۔" ٹیگو نے منھ بسورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں ہر اس کام سے منع کرتا ہوں، جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور بغیر کسی وجہ کے تم دوسروں کو تکلیف دیتے ہو" شیر و نے خفگی سے کہا۔

"اچھا چھوڑو! ابھی تو ہم ندی پر جا رہے ہیں، اسی لیے مجھے مزید کچھ نہیں سننا۔" ٹیگو نے ضدی لہجے میں کہتے ہوئے اس کو اٹھایا۔

"اب وہاں جا کر کیا کارنامہ کرنا ہے، یہ بھی بتا دو۔" شیر و نے غصے سے کہا تو اس کی بات سن کر ٹیگو نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر وہ دونوں وہاں سے ندی کی طرف چل دیے۔

ندی پر بہت سے جانور سیر کے لیے آئے ہوئے تھے، سب خوشی خوشی اچھل کود کر رہے تھے۔ ننھا ہرن تو ٹیگو کی خوں خوار آنکھوں سے ڈرتے ہوئے اپنی ماں کے پیچھے ہی چھپ گیا۔ شیر و نے آنکھوں کے اشارے سے اس کو سمجھانا چاہا کہ سب ہی کچھ وقت پُرسکون ماحول میں گزارنے آئے ہیں، اس لیے کچھ مت کرنا، مگر وہ ٹیگو ہی کیا جس کی سمجھ میں کوئی بات آئی ہو۔

زیبرے اور ہرن کے بچے آپس میں کھیل کود رہے تھے اور ٹھنڈے پانی کے مزے لے رہے تھے۔ ٹیگو سے ان کی خوشی برداشت نہ ہوئی اور جلدی سے ان کے قریب چلا آیا اور ننھے ہرن کو ایک جست میں دبوچ کر ندی سے باہر پٹخ دیا۔ شیر و نے آگے بڑھنا چاہا، مگر ٹیگو نے اس کو پیچھے کرتے ہوئے زیبرو کو کھینچ لیا اور دہاڑتے ہوئے بولا: "اس ندی پر صرف ہمارا حق ہے، تم سب کس لیے یہاں آئے ہو؟"

"ہمیں معاف کر دیں، ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔" ننھے ہرن نے روتے ہوئے کہا، تب تک اس کی اماں بھی دوڑتی ہوئی وہاں چلی آئی اور اپنے بچے کو لپٹاتے ہوئے وہاں سے دور لے گئی۔ شیر و نے اس کا ہاتھ روک لیا تھا، ورنہ وہ ان سب کا حشر ہی کر ڈالتا۔ اس کی شدّت پسند طبیعت نے شیر و کو بھی خوف زدہ کر ڈالا تھا۔ سب کے جانے کے بعد وہ دونوں ندی میں نہانے لگے۔ شیر و کے بہت روکنے پر بھی ٹیگو ندی میں بہت آگے تک چلا گیا۔ اس کو گہرے پانی میں بہت مزہ آ رہا تھا کہ اچانک اس کو اپنا پاؤں کسی نوکیلی چیز میں پھنستا محسوس ہوا۔ اس نے جلدی سے نیچے دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، کیوں کہ ایک بہت بڑا مگرمچھ اس کا پاؤں دبوچے اس کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ ٹیگو نے بہت زور آزمائی کی، مگر وہ اپنا پاؤں اس کی گرفت سے نہیں نکال پا رہا تھا۔ ٹیگو چیخنے لگا کیوں کہ اب وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ شیر و بھی ندی کی دوسری طرف جا کر آرام کرنے لگا کہ جب ٹیگو اپنا شوق پورا کر لے گا، تب خود ہی واپس آ جائے گا۔ ٹیگو نے خود کو بے بس پایا کیوں کہ موت اس کو اپنے سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اس کو بے ساختہ ہی اپنی غلطیاں اور زیادتیاں یاد آئیں جو وہ دوسروں کے ساتھ بہت بے دردی سے کرتا تھا۔ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کا بھی دوسروں کی طرح یہ حال ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں خوف کے مارے بند کر لیں۔

"آہ!" ایک چیخ نکلی اور وہ ایک جھٹکے سے دور جا گرا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو مگرمچھ تیزی سے دوسری طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے منہ میں ایک مچھلی تھی۔ "اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بچا لیا اور مگرمچھ کو دوسرا شکار دے دیا، جس نے میری جان چھوڑ دی۔" یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے کنارے پر پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں شیر و بھی آن پہنچا۔ وہ دونوں واپس جنگل آ گئے، لیکن ٹیگو کے دل کی حالت بدل چکی تھی۔ وہ اب کسی سے نہیں لڑتا اور نہ ہی کسی کو بلاوجہ تنگ کرتا ہے۔ شیر و اور چیتے انکل نے بارہا اس تبدیلی کی وجہ پوچھی، مگر وہ ہنس کر ٹال دیتا، لیکن وہ اس کی ذہنیت بدل جانے پر بہت خوش تھے اور اب ان کی زندگی پُرسکون گزر رہی تھی۔

اللہ میاں کی اونٹنی

اُمِّ محمد مصطفیٰ

آج سے چار ہزار سال پہلے عرب کے علاقے "ہجر" میں ایک قوم آباد تھی۔اس قوم کا نام 'قومِ ثمود' تھا۔

وہ قوم پہاڑوں میں گھر بناتی تھی اور بہت ہی خوب صورت گھر بنانے میں ماہر تھی۔ پہاڑوں میں گھر بنانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دشمن ان سے نہ جیت سکے۔

انھی دنوں ان کی قوم میں ایک بچہ "صالح" پیدا ہوا۔ صالح ایک نیک فطرت بچہ تھا۔ جب صالح بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا نبی بنایا۔

قومِ ثمود مختلف بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ صالح علیہ السّلام کو یہ بات بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔

انھوں نے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ "ایک رب کی عبادت کرو، وہی میرا اور تمہارا رب ہے۔"

قومِ ثمود ضدی اور حسد کرنے والی تھی۔ انھوں نے صالح علیہ السّلام سے کہا کہ "اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔"

صالح علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پہاڑوں کے درمیان سے ایک گابھن اونٹنی (یعنی بچے والی اونٹنی) نکالی۔

اونٹنی کو عربی میں "ناقہ" کہتے ہیں۔

اونٹنی کو اس طرح نکلتے دیکھ کر قومِ ثمود حیران رہ گئے اور دل ہی دل میں صالح علیہ السّلام کے پیغمبر ہونے پر یقین بھی کرنے لگے، لیکن ضد اور حسد نے ان کو یہ بات تسلیم کرنے سے روک لیا۔

بچو! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر جاندار کو پانی اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اونٹنی تو ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تھی، وہ ڈھیر سارا پانی بھی پیتی اور کھانا بھی کھاتی۔

اس علاقے میں ایک نہر اور چراگاہ تھی، جہاں سے علاقے کے تمام جانور پانی پیتے اور گھاس چرتے تھے، لیکن اونٹنی تھوڑی مختلف شکل و صورت کی تھی۔ اس وجہ سے دیگر جانور اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے تھے۔

قومِ ثمود نے اس بات کی شکایت حضرت صالح علیہ السّلام سے کی۔

صالح علیہ السّلام نے فرمایا کہ "ایک ایک دن مقرر کر لیا جائے؛ ایک دن اونٹنی کھائے گی، پیے گی اور ایک دن دیگر جانور کھائیں پییں گے۔" اس بات کو قومِ ثمود نے قبول کر لیا۔

چند دنوں کے بعد اونٹنی کا بچہ بھی آ گیا۔ اب قومِ ثمود اپنی بات سے پھرنے لگے اور انھیں اونٹنی اور بچہ برا لگنے لگے۔

انھوں نے معجزے کا تقاضا کر کے اونٹنی کو دیکھ تو لیا تھا، لیکن اب وہ اونٹنی انھیں بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اس سے نجات پانا چاہتے تھے۔

بچو! آپ کے علم میں ہے کہ اونٹنی اور اس کا بچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے، اگر قومِ ثمود ان دونوں کو کوئی نقصان پہنچاتے تو اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے۔

آخر کار انھوں نے اللہ کے عذاب کو دعوت دے دی۔

قومِ ثمود نے اس اونٹنی کو بے دردی سے قتل کر دیا، یہ دیکھ کر بچہ پہاڑ کی طرف بھاگ کر اللہ کے حکم سے غائب ہو گیا۔

اس جرم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر "چیخ کا عذاب" مسلط کر دیا اور وہ اپنے ہی گھروں میں ہلاک ہو گئے۔

اس طرح قیامت تک کے لیے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

بچوں کے فن پارے

ایمان قیصر 14 سال راول پنڈی

جنت عمران 8 سال راول پنڈی

زویا فہد12 سال کراچی

عائشہ گوہر 15 سال اسلام آباد

محمد حارث 9سال جہانگیرہ

عنایا راشد 7 سال قصور

مناہل بنت رفیق

محمد ہادی ،12 سال ،کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ اسلام آباد سے سدیم صفی کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

چھوٹی سی بات!

آپ نے ابھی پچھلے مہینے یوم آزادی منایا۔اس بات پر اللہ پاک کا شکرادا کیا کہ اس نے ہمیں آزاد وطن عطا کیا، آزاد بنایا۔ ہم کسی دوسرے ملک یا قوم کے غلام نہیں ہیں۔الحمدللہ،اب سنیے! اگست کی طرح ستمبر کا مہینہ بھی خاص ہے بلکہ بہت خاص!6 ستمبر 1965 کو ہندوستان نے ہم سے ہمارا پیارا پاکستان چھیننے کے لیے ہماری سرحدوں پر حملہ کیا، لیکن ہماری افواج نے اپنی جرأت و بہادری سے بھارتی افواج کو مار بھگایا اور اپنے وطن کے ایک ایک انچ کا دفاع کیا۔اسی لیے ہر سال 6 ستمبر کو ہم یوم دفاع مناتے ہیں۔

اب ایک بات اور سنیے!پیارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسول ہیں۔اسے عقیدہ ختم نبوت کہتے ہیں۔ قادیانی ہمارے اس عقیدے پر بزدل ہندو فوج کی طرح حملہ کرتے ہیں۔ ستمبر ہی کے مہینے میں ہمارے علمائے کرام کی محنت اور کوشش سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تھا۔

پیارے بچو! آزادی جیسی نعمت کا دفاع کرنا بہت ضروری ہے۔اب یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی سرحدوں اور عقائد دونوں کے محافظ بنیں۔

اللہ تعالی ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ماہنامہ فہم دین ستمبر2024ء کے سوالات

سوال 1: انگریز برِ صغیر پاک و ہند میں کب آئے تھے؟

سوال 2: جامن کا پھل کیا چیز بڑھاتا ہے؟

سوال 3: ملول کے کیا معنی ہیں؟

سوال 4: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

سوال 5: حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے کتنے عرصے بعد پیدا ہوئے؟

اگست 2024ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر اسلام آباد سے محمد عبید اللہ کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

اگست 2024ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: پرندوں کو پانی ڈالتی تھی۔

جواب 2: سعودی عرب

جواب 3: عالیان

جواب 4: عظمت

جواب 5: عراق

سنیے!!!!

یہ سوالات اگست 2024 کے شمارے سے لیے گئے۔جوابات کی آخری تاریخ 15 ستمبر 2024ء ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

خرم فاروق ضیا

رحمتِ عالم، نورِ ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم
روح کی تسکیں، قلب کی راحت صلی اللہ علیہ وسلم

بد حالوں کے غم کا مداوا بھٹکے ہوؤں کا ملجا و ماوا
آنحضرت کا ذکرِ عقیدت صلی اللہ علیہ وسلم

حسن کا منبع چہرۂ انور، اعلیٰ وارفع جسدِ مطہر
خلقِ عظیمہ آپ کی سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

تابندہ ابروئے ہلالی رخشندہ گیسوئے جمالی
دانت چمکتے، موتی صورت صلی اللہ علیہ وسلم

رنگ سفید اور سرخی مائل، ستواں ناک اور عمدہ خصائل
چال نرالی، میانہ قامت صلی اللہ علیہ وسلم

جدا جدا دندان مبارک اور ڈاڑھی گنجان مبارک
زلف سیاہ و لیل کی رنگت صلی اللہ علیہ وسلم

باتیں شیریں لب پہ تبسم، دلکش و مدھم طرزِ تکلم
کیا کہیے لہجے کی ملاحت صلی اللہ علیہ وسلم

عرش بریں تک آپ کا چرچا، وردِ ملائک آپ کا نغمہ
آپ کی مدحت عین عبادت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ختم الرسل، خاتم الانبیاء

خرم فاروق ضیا

جس کو ختم نبوّت سے انکار ہے
وہ مرے ملک و ملت کا غدار ہے

جس کے دل میں محبت ہے اغیار کی
جس کے دل میں عداوت ہے سرکار کی

جو نبی کی غلامی سے بے زار ہے
وہ مرے ملک و ملت کا غدار ہے

احترام نبی جس کو حاصل نہیں
جو نبی کی محبت کا حامل نہیں
وہ لعین لائقِ تختہ دار ہے
وہ مرے ملک و ملت کا غدار ہے

آپ ختم الرسل، خاتم الانبیا
میرے اللہ نے قرآن میں خود کہا
جو نہ مانے وہ جھوٹا ہے، مکار ہے
وہ مرے ملک و ملت کا غدار ہے

جس کے ہاں یہ عقیدہ نہیں معتبر
چل رہا ہے وہ شیطان کی راہ پر
بالیقیں وہ جہنم کا حقدار ہے
وہ مرے ملک و ملت کا غدار ہے

نہیں بعد ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی بھی نبی

ارسلان اللہ خان ارسلؔ

نہیں بعد اُن ﷺ کے کوئی بھی نبی
یہ اُمّت بھی ہے اُمّتِ آخری
اگر اس عقیدے میں آئے کجی
نکل جائے اسلام سے آدمی

یہ آیا ہے سورۃ احزاب میں
کہ سرکار ﷺ ہیں خاتمِ مُرسلیں ﷺ
کہا ہے خُدا نے یہ قُرآن میں
محمد ﷺ کی کرنی ہے بس پیروی

یہ اعجاز ہے میرے سرکار ﷺ کا
کہ اُن ﷺ پر رسالت مکمل ہوئی
ہے ختمِ نبوت سے اپنی بقا
نجات اس سے مل جائے گی اخروی

حفاظت کریں اس عقیدے کی ہم
کریں وقف اس کے لیے زندگی
یہی چاہیے کہ ہر اک فرد کو
دیں ختمِ نبوت کی ہم آگہی

جلاؤ نبی ﷺ کی وفا کے دیے
کرو دہر میں اس سے تُم روشن
وہی آخری ہیں نبی ارسلاںؔ
کہ اُتری ہے جن پر خُدا کی وحی

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

اس طرح کوئی آیا ہے اور نہ آتا ہے
مگر وہ ہے کہ مسلسل دیئے جلاتا ہے
کبھی سفر کبھی رختِ سفر گنواتا ہے
پھر اس کے بعد کوئی راستہ بناتا ہے
یہ لوگ عشق میں سچے نہیں ہیں، ورنہ ہجر
نہ ابتدا نہ کہیں انتہا میں آتا ہے
یہ کون ہے جو دکھائی نہیں دیا اب تک
اور ایک عمر سے اپنی طرف بلاتا ہے
وہ کون تھا میں جسے راستے میں چھوڑ آیا
یہ کون ہے جو مرے ساتھ ساتھ آتا ہے
وہی تسلسلِ اوقات توڑ دے گا کہ جو
درِ اُفق پہ شب و روز کو ملاتا ہے
جو آسمان سے راتیں اتارتا ہے سلیمؔ
وہی زمیں سے کبھی آفتاب اٹھاتا ہے

سلیم کوثر

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اس قدر کون محبّت کا صلہ دیتا ہے
اُس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے
جب اُترتی ہے مری رُوح میں عظمت اُس کی
مجھ کو مسجُودِ ملائک کا بنا دیتا ہے
رہنمائی کے یہ تیور ہیں کہ مجھ میں بَس کر
وہ مجھے میرے ہی جوہر کا پتا دیتا ہے
اُس کے ارشاد سے مجھ پر مرے اَسرار کُھلے
کہ وہ ہر لفظ میں آئینہ دِکھا دیتا ہے
ظُلمتِ دہر میں جب بھی میں پکاروں اُس کو
وہ مرے قلب کی قندیل جلا دیتا ہے
اُس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہو گی
دوست کی طرح جو دُشمن کو دعا دیتا ہے
وہی نمٹے گا مری فِکر کے سنّاٹوں سے
بُت کدوں کو جو اَذانوں سے بسا دیتا ہے
وہی سرسبز کرے گا مرے ویرانوں کو
آندھیوں کو بھی جو کردارِ صبا دیتا ہے
فن کی تخلیق کے لمحوں میں، تصوّر اُس کا
روشنی میرے خیالوں میں ملا دیتا ہے
قصر وایواں سے گزر جاتا ہے چُپ چاپ ندیمؔ
درِ محمد کا جب آئے تو صدا دیتا ہے

احمد ندیم قاسمیؔ

خدائی لشکر محافظ بن گئے

آپ ﷺ اپنے دوست کے ساتھ غار میں آرام و اطمینان سے تشریف فرما تھے۔ کفار گلی کوچوں میں گشت کر رہے تھے۔ پہاڑوں اور کمین گاہوں میں مارے مارے پھر رہے تھے، ہر طرف تلاش جاری تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ آپ ﷺ کی جائے پناہ کوئی مستحکم قلعہ نہ تھا بلکہ ایک غار تھا، جس کے کنارے تک تلاش کرنے والی پارٹی پہنچ گئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن متعدّد مخلوقات کو اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی اور یہ محافظ کوئی بڑے کمانڈوز یا اسلحہ بردار نہ تھے، بلکہ دنیا جسے کم زور مخلوق سمجھتی ہے، سکیورٹی اور حفاظت کے فرائض ایسی ہی مخلوق نے سنبھالے ہوئے تھے، تارِ عنکبوت جسے اَوْهَنَ الْبُيُوْتَ (کمزور ترین گھر) کہا جاتا ہے، نے آہنی قلعہ سے بڑھ کر حفاظت کا کام کیا۔۔۔ خدائی لشکروں کے پہرے کی ایسی ہیبت تھی کہ مشرکوں کو غار کے اندر جھانکنے تک کی ہمت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو بڑی بڑی جثہ و قامت والی مخلوقات سے بھی پہرہ داری کا کام لے سکتے تھے، مگر کبوتری کے گھونسلے اور مکڑی کے جالے لگا کر دنیائے کفر کو بتا دیا کہ تمہاری تدبیریں تو گھاس پھونس ہیں۔

(ہجرت خیر البشر، ابو محمد عبد المالک، ص:112)

لطیفہ

اعمشؒ سے پوچھا کہ آپ کو کبھی حبشی لوگوں سے تکلیف پہنچی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! میں ایک دفعہ حبشیوں میں تھا تو مجھے ان کا ایک آدمی شہر کے پاس ملا تو اس نے مجھے کہا: مجھے اٹھا کر لے چلو، تا کہ میں نہر پار کر لوں۔ فرماتے ہیں جب وہ میرے کندھے پر بیٹھ گیا تو اس نے کہا: سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِين تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے ہمارے لیے اسے مسخر کر دیا، جبکہ ہم اسے قابو نہ کر سکنے والے تھے۔ جب میں نہر کے بیچ میں پہنچا تو میں نے اسے دے مارا اور میں نے کہا: اَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ اے اللہ! میرا اترنا مبارک کر، بے شک تو بہتر اتارنے والا ہے۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا، وہ نہر میں اپنے کپڑوں میں لوٹ پوٹ ہونے لگا اور میں وہاں سے بھاگ نکلا۔

(سنہرے واقعات، مولانا جنید اقبال، ص:283)

اشعار

میرا دشمن مجھے للکار کر جائے گا کہاں
خاک کا طیش ہوں افلاک کی دہشت ہوں میں
احمد ندیم قاسمی

یہ کس نے ہم سے لہو کا خراج پھر مانگا
ابھی تو سوئے تھے، مقتل کو سُرخ رو کر کے
محسن نقوی

دلوں میں حبِّ وطن ہے اگر تو ایک رہو
نکھارنا یہ چمن ہے اگر تو ایک رہو
جعفر ملیح آبادی

کہاں ہیں آج وہ شمعِ وطن کے پروانے
بنے ہیں آج حقیقت انھیں کے افسانے
سراج لکھنوی

وطن کی پاسبانی جان وایماں سے بھی افضل ہے
میں اپنے ملک کی خاطر کفن بھی ساتھ رکھتا ہوں
عبدالرحمٰن

ہم بھی ترے بیٹے ہیں ذرا دیکھ ہمیں بھی
اے خاکِ وطن! تجھ سے شکایت نہیں کرتے
خورشید اکبر

نہ ہوگا رائیگاں خونِ شہیدانِ وطن ہرگز
یہی سرخی بنے گی ایک دن عنوانِ آزادی
نازش پرتاپ گڑھی

کارواں جن کا لٹا راہ میں آزادی کی
قوم کا ملک کا اُن دردکے ماروں کو سلام!
بانو طاہرہ سعید

وطن کی آبرو تم ہو، وطن کے پاسباں تم ہو
تمہارا ملک ہے یہ، ضامنِ امن واماں تم ہو
احسان دانش

بہترین اقدام اور فیصلہ

قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بات مسلمانوں کے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف ہے۔ امتِ مسلمہ ختمِ نبوّت پر یقین رکھتی ہے اور کسی بھی نئے نبوّت کے دعوی دار کو گمراہ، مرتد اور کافر قرار دیتی ہے۔ بھٹو مرحوم کے زمانے میں پیش آنے والے ایک واقعہ کے نتیجہ میں ختمِ نبوّت کا مسئلہ اسمبلی میں اٹھا، قومی اسمبلی کے اراکین میں موجود علمائے کرام نے اس موضوع کو اسمبلی کے فلور پر پیش کیا، جن میں قائدِ جمعیت علمائے اسلام مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مولانا غلام غوث ہزاروی، سربراہِ جمعیت علمائے پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری نے اسمبلی کے سامنے پوائنٹ آف آرڈر پر اس مسئلہ کو پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو ان کے گمراہ عقائد کی بنیاد پر دائرۂ اسلام سے خارج کیا جائے، چناں چہ اسمبلی کے فلور پر قادیانی مذہب کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو طلب کیا گیا کہ وہ آکر اپنا موقف پیش کریں۔ ۲۱ روز تک جاری رہنے والی یہ بحث بالآخر اس پر منتج ہوئی کہ واقعتاً قادیانی ختمِ نبوّت کے منکر ہیں اور نئی نبوّت کے دعوٰی دار ہیں، لہٰذا وہ قومی اسمبلی جس کے اکثر اراکین سیکولر ذہن کے حامل تھے، جن میں خود ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور ان کی پارٹی کے اراکین کی اکثریت تھی اور ان کے علاوہ خان عبدالولی خان اور میر غوث بخش بزنجو جیسے تمام افراد نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ فیصلہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے ان اقدامات میں سے ہے، جسے دینی طور پر بہترین کہا جائے گا۔

(اسلامی جمہوریہ پاکستان، ڈاکٹر عادل خان صاحب، جلد:1، ص:309)

سیف تو پٹ پڑی تھی مگر قبضہ کام آگیا

جس پر بھروسا تھا، وہ تو کام نہ آیا، مگر ایک ادنیٰ شخص سے کام نکل گیا۔ جب کسی بڑے سے کام نہ ہو سکے اور اس سے چھوٹا وہی کام کردے تو اس موقع پر اس مثل کا استعمال کیا جاتا ہے، اس مثل کے وجود میں آنے کا سبب یہ واقعہ ہے:

واقعہ: کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ نواب سیف اللہ خاں اپنے بیٹے کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ دوسری جانب سے ایک آزاد فقیر اپنی دھن میں چلا آرہا تھا۔ اس نے نواب کو دیکھ کر سوال کیا کہ ”او بابا سیفو! کوئی چٹا دلوا۔“ نواب نے اس کے سوال پر کوئی توجہ نہیں کی بلکہ اس کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ نواب کے لڑکے کو اس فقیر پر ترس آگیا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک اشرفی نکالی اور اس کو دے دی۔ اس پر فقیر نے خوش ہو کر کہا:
سیف تو پٹ پڑی تھی، مگر قبضہ کام آگیا یا سیف تو پٹ پڑی تھی پر نیچہ کاٹ کر گیا۔

(اردو کہاوتیں، ڈاکٹر شریف احمد قریشی، ص:255)

قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:
أَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس پیسہ نہ ہو، مال و دولت نہ ہو۔“ ارشاد فرمایا کہ ”میری امت کا مفلس وہ ہے، جو قیامت کے دن (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر طاعات لے کر) آئے، لیکن اس حالت میں آئے کہ اُس کو گالی دی تھی، اُس پر تہمت لگائی تھی، اس کا مال کھایا تھا، اُس کا خون بہایا تھا، اُس کو مارا پیٹا تھا، پس اس کی کچھ نیکیاں یہ لے گیا، کچھ وہ لے گیا، اس کے ذمہ جو حقوق ہیں، اگر وہ ادا نہیں ہوئے کہ نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے گئے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا گیا۔“

(اصلاحی مواعظ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ج:1، ص:316)

بیت السلام

رپورٹ: نبیل احمد شیخ

بیماری کی تشخیص اور علاج کی تجویز میں

بیت السلام کا شعبہ صحت

آپ کے شانہ بشانہ

صحت بنیادی انسانی ضرورتوں میں سے ہے اور بیت السلام دوسری بنیادی ضرورتوں کی طرح خلقِ خدا کے لیے صحت کے شعبے میں بھی خدمات انجام دے رہا ہے۔ چناں چہ شہر کے مضافاتی علاقوں اور پس ماندہ بستیوں میں فری طبّی کیمپ لگانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں مرض کی تشخیص کے ساتھ دوا نہ صرف تجویز کی جاتی ہے بلکہ بلاقیمت دوا فراہم بھی کی جاتی ہے۔ موتیا اور دوسرے امراض چشم کے علاج کے لیے بھی متعدد کیمپ لگائے جا چکے ہیں، جہاں آپریشن، دوائیں اور چشمے مفت فراہم کیے جاتے رہے ہیں۔ شہر کی مضافاتی بستیوں میں مستقل کلینک بھی بیت السلام کے صحت پروگرام کا نہ صرف حصہ ہیں، بلکہ دو کلینک چل بھی رہے ہیں، جہاں بالکل مفت علاج ہوتا ہے۔

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگنوسٹک سینٹر گزشتہ ڈیڑھ سال سے کام کر رہا ہے، جہاں امراض کی تشخیص کے لیے نہ صرف بلڈ ٹیسٹ ہوتے ہیں بلکہ الٹراساؤنڈ اور ایکسرے بھی لیے جاتے ہیں۔ بلڈ ٹیسٹ ہوں یا ایکسرے، الٹراساؤنڈ بیت السلام لیب کے منتظمین معیار پر سمجھوتا کرنے کو بالکل تیار نہیں ہوتے، فیس انتہائی مناسب ہے، جو عام آدمی بھی ادا کر سکے، اور مزید رعایت بھی ضرورت منداور مستحق لوگوں کے ساتھ جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ انتہائی نادار اور مستحق مریضوں کے ساتھ 100 فی صد رعایت ہوتی ہے۔ مرکزی لیب سینٹر کے ساتھ ساتھ کلیکشن پوائنٹس بھی پروگرام کا حصہ ہیں۔ کراچی کے علاقے کورنگی کا کلیکشن پوائنٹ فعال ہو چکا ہے اور مریض مستفید ہو رہے ہیں، عنقریب گلشن اقبال کراچی میں ایک پوائنٹ شروع ہوا چاہتا ہے۔ اور یہ سلسلہ وسیع ہوتا رہے گا ان شاء اللہ۔ لیب کے ساتھ کلینک کی سہولت بھی ہے، جہاں ہفتے کے ساتوں دن کراچی کے بہترین ڈاکٹر اور سرجن حضرات وخواتین مختلف امراض کی تشخیص اور مریضوں کے طبّی معائنے کے لیے موجود رہتے ہیں۔ ٹوکن فیس محض 100 روپے رکھی گئی ہے۔

شعبہ صحت کے بہت سے منصوبہ جات بیت السلام کے پروگرام میں شامل ہیں

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

Free of Cost

PSDC Professional Software Development Certification

JS

TS

React

node JS

Follow us
BaitussalamWelfareTrust

UAN
+92 21 111 298 111

Visit
Baitussalam.org

J.
FRAGRANCES
JANAN
Intense
JANAN
Intense
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed